صولت پبلک لائبریری رامپور
Saulat Public Library, Rampur

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

بتوفیق اللہ الواحد کہ مکتوبات حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم مسمّٰی بہ

General Stock Register
Dated

۱۳۲۰

تصفیۃ العقائد

۱۹۰۲

از اہتمام خاکسار محمد عبد الاحد عفا اللہ عنہ الصمد بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد طالب نجات محمد حیات عرض کرتا ہے کچھ عرصہ گزرا کہ جناب مولٰنا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور سید احمد خان صاحب سی ایس آئی کے درمیان پیرجی محمد عارف صاحب کے توسط سے ایک مراسلت دربارۂ عقائد اسلام ہوئی تھی۔ ازبسکہ مولٰنا ممدوح یادگار سلف و افتخار خلف ہین اور اس زمانہ مین کہ علوم اسلامیہ کو تنزل ہوگیا ہی ایسے عالم ربانی اور فاضل حقانی جو شرع اسلام کے غوامض و نکات کی تہ کو سمجھین اور کمالات ظاہر و باطن کے مظہر ہون نہایت مغتنمات سے ہین لہذا مین نے خیال کیا کہ حضرت موصوف کا کلام فیض نظام جو صدق و دیانت اور استحسان و متانت سے بھرا ہوا ہی اور محض صلاح و سداد و ہمدردی و وداد کی نیت سے معرض طبع مین آوی تاکہ ہمارے معاصرین علوم جدیدہ کی درخشانی اور نئی روشنی کی براقی سے خیرہ نہون بلکہ عقائد اسلام کی اصلی تنویر اور حقیقی ضیا سے چشم بصیرت کو روشن کرین اور نیز سید صاحب ممدوح جو تصفیہ و تہذیب عقائد اسلام مین صرف محبت و دلسوزی اور قومی ترقی حال و مآل کی نظر سے چاہتے ہین اُس کا اندازہ اہل روزگار بخوبی کرسکین تعصب اور نفسانیت مین مبتلا نہون کیونکہ جو امر حق درست ہی اُسکو بلاشبہ اختیار کرنا اور نقص و زوائد سے بچنا چاہیے۔ اس مراسلت کے طبع سے میرا یہ مطلب نہین ہے کہ اسکے ملاحظہ سے کسی کی نسبت مباہات و تفاخر اور کسی سے مخالفت و تنافر ظاہر ہو بلکہ ناظرین سے التجا کرتا ہون کہ وہ بلالحاظ اس امر کے کہ متکلم کون ہی کلام سے نصیحت و برکت حاصل کرین اور نہ یہ بات ہی کہ موافقت و مخالفت کے اعتبار سے محض دل خوش کرنیکے لئے یہ مراسلے چھاپے جاتے ہین۔ مین توقع رکھتا ہون کہ عقائد اسلام کے حقائق سمجھنے مین اس تحریر سے اہل بینش کو تصفیہ حاصل ہوگا اور اسی نظر سے نام بھی اس کا تصفیۃ العقائد رکھدیا گیا

خط سید احمد خان صاحب سی۔ ایس آئی

جناب پیرجی صاحب مخدوم مکرم سلامت۔ بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہے کہ بزرگان سہارنپور نے جو نوازش و دلسوزی میرے حال زار پر کی جس کا ذکر آپنے مجھسے فرمایا مین دل سے اُنکا شکر ادا کرتا ہون اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاوین تو میری سعادت ہی مین اُنکی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھونگا مگر اسوقت مرزا غالب کا ایک شعر مجھے یاد آیا ہے وہو ہذا ؎

حضرت ناصح جو آوین دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھکو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھاوینگے کیا

جناب من میری تمام تحریرین جنکے سبب مین کافر و مرتد ٹھیرا ہون اور وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے ساتھہ کفر جمع ہوا ہے جو میرے نزدیک محالات سے ہے چند اصول پر مبنی ہین اگر آپ مناسب سمجھین تو اُن اصولون کو بزرگان سہارنپور کی خدمت مین بھیجدین اگر اُن مین کچھہ غلطی ہے۔ تو بلا شبہ نصیحت ناصح کارگر ہوگی ورنہ ایسا نہو کہ ناصح ہی مجھسے ہوجاوین۔ اور وہ اصول یہ ہین +

اول خدائے واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہے۔

دویم اس کا کلام اور جسکو کہ اُس نے رسالت پر مبعوث کیا اُس کا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ نہین ہو سکتا۔

سیوم قرآن مجید بلاشبہ کلام الٰہی ہے کوئی حرف اُس کا نہ خلاف حقیقت ہے۔ اور نہ خلاف واقعہ

چہارم قرآن مجید کی جسقدر آیات کہ ہم کو بظاہر خلاف حقیقت یا خلاف واقعہ معلوم ہوتی ہین دو حال سے خالی نہین یا تو اُن آیات کا مطلب سمجھنے مین ہم سے غلطی ہوئی ہے یا جسکو ہم نے حقیقت اور واقع سمجھا ہے اُسمین غلطی کی ہے۔ اسکے برخلاف کسی محدث یا مفسر کا قول قابل تسلیم نہین ہے۔

پنجم جسقدر کلام الٰہی جناب پیغمبر خدا صلعم پر نازل ہوا وہ سب بین الدفتین موجود ہے ایک حرف بھی اُس سے خارج نہین ہے اگر ہو تو کوئی آیت قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہین رہتی کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رہ گئی ہو جو آیات موجودہ بین الدفتین کے برخلاف ہو فقط نہ ملنا کسی

اُس کی عدم وجود کی دلیل نہین ہو سکتا۔

ششم۔ کوئی انسان سواے رسولخدا صلعم کے ایسا نہین ہے جس کا قول و فعل بلا سند قول و فعل رسول کے دینیات مین قابلِ تسلیم ہو۔ یا جسکی عدمِ تسلیم سے کفر لازم آتا ہو اُس کے برخلاف اعتقاد رکھنا شرک فی النبوۃ ہے۔

مقصود یہ ہے کہ جس طرح عام انسانون اور پیغمبر مین تفاوت ہے اُسی طرح اُنکے قول و فعل مین بھی تفاوت ہے

ہفتم۔ دینیات مین سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت مین ہم مجبور ہین اور دنیاوی امور مین مجاز اس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکامِ دین ہین فقط۔

ہشتم۔ احکام منصوصہ احکامِ دین بالیقین ہین اور باقی مسائل اجتہادی اور قیاسی سب ظنی ہین۔

نہم۔ انسان خارج از طاقتِ انسانی مکلف نہین ہو سکتا پس اگر وہ ایمان پر مکلف ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُس کے وہ احکام جن پر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہون مثلاً ہم خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہین مگر اُس کی ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہین۔

دہم۔ افعال ماموره فی نفسہ حسن ہین اور افعال ممنوعہ فی نفسہ قبیح ہین اور پیغمبر صرف اُنکی خواص حسن یا قبیح کے بتانے والے ہین جیسے کہ طبیب جو دوا کے ضرر و نفع سے مطلع کر دے اس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہیئے جو افعال جوارح اور افعالِ قلب وغیرہ سب پر شامل ہو۔

یازدہم۔ تمام احکام مذہب اسلام کے فطرت کے مطابق ہین۔ اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور سوجہاکے کے حق مین دیکھنا گناہ ٹھیر سکیگا۔

دوازدہم۔ وہ قوا جو خدا تعالےٰ نے انسان مین پیدا کیے ہین اُن مین وہ قوا بھی ہین جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے محرک ہوتے ہین اور وہ قوت بھی ہے جو اُس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے ان تمام قوا کے استعمال پر انسان مختار ہے مگر ازل سے خدا کے علم مین ہے کہ فلان انسان کن کن قوا کو اور کس کس طور پر کام مین لاویگا۔ اُسکے علم کے برخلاف ہرگز نہو گا۔ مگر اس سے انسان اُن قوا کے استعمال یا ترک استعمال پر جبتک کہ وہ قوا قابل استعمال کے اُسمین ہین مجبور نہین متصور ہو سکتا۔

سیزدہم - دین احکام اُن مجموع احکام کا نام ہے جو یقینی من اللہ ہیں فقط

چہاردہم - احکام دین اسلام دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اصلی احکام دین کے ہیں اور وہ بالکل فطرت کے مطابق دوسرے وہ جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہے مگر اطاعت اور عمل میں اُن دونوں کا رتبہ برابر ہے -

پانزدہم - تمام افعال و اقوالِ رسول خدا صلعم کے سچائی سے تھے مصلحتِ وقت کی نسبت رسول کی طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوفِ کفر ہے -

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحتِ وقت کے معنے سمجھے ہیں یعنے ایسے قول یا فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بے جا تھا مگر مصلحتِ وقت کا لحاظ کر کر اس کو کہدیا یا کرلیا اگرچہ ان کے سوا اور بھی اصول ہی ہیں مگر آجتک جو کچھ تحریر ہوئی ہے وہ اکثر یا قریب کل کے سوائے ایک آدھ مسئلے کے انہیں اصول پر مبنی ہے - پس اگر بزرگان سہارنپور ان اصول کی غلطی سے مجھے مطلع فرماوینگے میں دل و جان سے شکر ادا کرونگا - والسلام -

سید احمد

جواب از طرف جناب مولنا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - مجموعہ عنایات پیرجی محمد عارف صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم - آج بندہ درگاہ دلی سے میرٹھ واپس آیا تو مولوی محمد ہاشم صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب کا عنایت نامہ جو آیا رکھا تھا عنایت فرمایا - کھولا تو آپ کا خط اور جناب سید احمد خانصاحب کی ایک بڑی تحریر اندر سے نکلی شاید یہ قصہ اُس گفتگو کا نتیجہ ہے جو آخر ماہ شوال میں بمقام انبہٹہ مابین احقر و جناب ہوئی تھی سید صاحب کی تحریر سے کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ آپنے میرا آپسے کا کچھ تذکرہ اُن سے کیا ہوگا مگر مجکو یاد نہیں آتا کہ آپ نے کس بات سے سمجھا ہوگا اُس وقت کی عرض و معروض کا ماحصل فقط اتنا ہی تھا کہ سید صاحب کی بابت میں ہاں علانا ہم سے جیسی متصور ہو کہ سید صاحب اپنے اُن اقوالِ مشہورہ سے رجوع کریں - جو اُن کی نسبت ہر کوئی گاتا پھرتا ہے - اور سید صاحب اُنپر اصرار کیئے جاتے ہیں اور رجوع نہیں فرماتے مگر آپ جانتے ہیں کہ

یہ گذارش میری طرف سے آپکی اُس استدعا کے جواب مین تھی جو آپنے دربارۂ شمول حال جناب
سید صاحب اس ناکام سے کی تھی۔ بہرحال آنے جانیکا کچھہ مذکور نتھا آپ ہی فرمائین کہ ہمسے گرفتارون کو اتنی
رسائی کہان کہ بنارس غازیپور اُڑ جائین۔ اور ہمسے بیچارون کو اتنی رسائی کہان کہ سید صاحب کے دردولت
تک نوبت پہنچائین اپنا مبلغ پرواز میرٹھہ حد نہایت دلی ہے تسپر نقارخانے مین طوطی کی آواز کون سُنتا ہے
کیا آپکے خیال مین یہ بات آسکتی ہے کہ صدر الصدور اعظم ایک غریب سے مفرور کے طور پر
ہو جائین اجی حضرت امیرون کے ذہن و فہم و عقل و ادراک کے ہزارون گواہ ہوتے ہین غریبون کے
فہم و فراست کا کہین ایک بھی نہین سُنا۔ اس صورت مین کیونکر کہدیجے کہ سید صاحب ایک غریب
سے شیخ زادہ کی مان جائین ؎ کب وہ سنتے ہین کہانی میری ٭ اور پھر وہ بھی زبانی میری ٭
ہمسے شکستہ حالون کی بات تو بہ موافق مصرع غالب ؎ مین کہونگا حال دل اور آپ فرمائینگے کیا ٭ ایسے
عالی مراتب دانشمند ہرگز توجہ نہین فرمایا کرتے باانہمہ ایسی چھیڑ چھاڑون مین کبھی نہین دیکھا کہ
کسی ادنے نے بھی کسی اعلے کی مانی ہو۔ اس صورت مین ایسی برعکسی کی کیا امید باندھیے۔ پیرجی
صاحب یہ گمنام کبھی کسی سے نہین اُلجھتا اور اُلجھے بھی تو کیونکر اُلجھے وہ کونسی خوبی ہے جسپر کمر باندھکر
لڑنے کو تیار ہو ایسی کیا ضرورت ہے کہ اپنے عمدہ مشاغل کو چھوڑکر اس نفسا نفسی مین پھنسون ہان
اسمین کچھہ شک نہین کہ سُنی سنائی سید صاحب کی اولوالعزمی، اور دردمندی اہل اسلام کا معتقد
ہون اور اس وجہ سے اُنکی نسبت اظہار محبت کرون تو بجا ہے مگر اتنا یا اس سے زیادہ اُنکی فساد
عقائد کو سن سنکر اُنکا شاکی اور اُنکی طرف سے رنجیدہ خاطر ہون مجھکو اُنکی کمال دانش سے
یہ اُمید تھی کہ میرے اس رنج کو ثمرۂ محبت سمجھکر تہ دل سے اپنے اقوال مین مجھسے استفسار کرینگے
بایں خیال کہ۔ گاہ باشد کہ کودک نادان ٭ بغلط بر ہدف زند تیرے ٭ اسطرف کو دل لگائینگے مگر
اُنکی اس تحریر کو دیکھکر دل سرد ہو گیا۔ یہ یقین ہو گیا کہ کوئی کچھ کہو وہ اپنی وہی کیے جائینگے اُنکی
انداز تحریر سے یہ بات نمایان ہے کہ وہ اپنے خیالات کو ایسا سمجھتے ہین کہ کبھی غلط نہ کہین گے اس لیے
جی مین یہ آتا ہے کہ قلم ہاتھہ سے ڈال دیجے۔ مگر کیا کرون آپکا تقاضا جداجان کو کھائے جاتا ہے مولانا

محمد یعقوب صاحب کا ارشاد وجدانی ڈراتا ہی گو ہم مشکل ورنہ گو یم مشکل جب یہ کہے نہ بنی تو قلم کو روک روک کر
کچھ مختصر مختصر ایکبار عرض کردینا مناسب جانا اور جی مین یہ ٹھانا کہ ہرچہ بادا باد پھر قلم نہ اُٹھانا کہین
مدلل کہین بے دلیل ایکبار تو اپنے مافی الضمیر کو لکھکر روانہ کر آگے اگر سید صاحب نے انصاف فرمایا تو
پھر بھی دیکھا جائیگا ورنہ اپنے حق مین کوئی جا نہین جو مجبوری کا اندیشہ ہو بہرحال بترتیب اصول مسطورہ

جواب اول

سید صاحب یہ معروضات معروض ہین۔ اول واقعی خدا واحد ذوالجلال ازلی وابدی خالق وصانع
تمام کائنات کا ہے فاعل ہون یا افعال اور افعال بھی اختیاری ہون یا اضطراری اور یہی وجہ ہے
کہ خداوند لایزال کو مالکِ کائنات اور کائنات کو اُس کا مملوک سمجھنا چاہیے کیونکہ اسبابِ انتقال ملک
اگرچہ متعدد ہون پر علت حدوث ملک فقط قبضہ ہے جو خالق مین بوجہ اتم پایا جاتا ہے کون نہین
جانتا کہ وجود ممکنات مستعار وعرضی ہے جسکے لیے معطی اور موصوف بالذات وہی موجود برحق ہے
اور ظاہر ہے کہ صفات عرضیہ عین حالتِ عروض مین موصوف بالذات ہی کے قبضہ مین رہتی ہین نکل
نہین جاتین دیکھ لیجیے وقت تنویر ارض بھی نور آفتاب ہی کے قبضہ مین رہتا ہے نکل نہین جاتا اسلیے تمام
کائنات پر ہر قسم کے حکم احکام کا اختیار رکھتا ہے۔ کسی دوسرے کے ملک کی ہوتی تو البتہ اُسکی اجازت جناب
باری کیلیے ایک بیجانہ تصرف ہوسکتا تھا۔ باقی رہا حسن وقبح کا جھگڑا اُس کا مبنی اگر اسی حکم پر ہے
تب تو خیر ہر حکم حسن ہے ورنہ مراعاتِ حسن وقبح دربارہ امر ونہی بوجہ مجبوری نہین بوجہ حکمت وفضل

جواب دوم

ہے۔ دوم کلام خداوندی اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہین
ہوسکتا۔ ایسی ہی حقیقت اور واقع کے دریافت کرنیکی صورت اس سے بہتر کوئی نہین کہ خدا تعالے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے سو اگر کوئی طریقہ
دربارہ اخبارِ واقع وحقیقت مخالف کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ہو تو کلام اللہ اور احادیث
کے وسیلہ سے اُس کی تغلیط کرسکین گے پر کلام اللہ اور احادیث کی تغلیط اُس طریقہ کے بھروسے
نہین کرسکتے اس صورت مین اگر اشارہ عقل معارضِ اشارہ نقل ہو تو ہرگز قابل اعتبار نہین
غرض عقل کی بات یہ ہے کہ کلام اللہ اور احادیثِ صحیحہ نمونہ صحت اور سقمِ دلائل عقلیہ سمجھے جائین

نہ برعکس علی ہذا القیاس مضمون متبادر کلام اللہ و حدیث کو جو باعتبار قواعد صرف و نحو بدلالت مطابقی
سمجھے جاتے ہوں اصل مقرر کر کے دلائلِ عقلیہ کو اُس پر مطابق کریں اگر کھینچ کھچا کر بھی مطابق
آجائے تو فبہا ورنہ قصورِ عقل سمجھیں یہ نہو کہ اپنے خیالات و اوہام کو اصل سمجھیں اور کلام اللہ و حدیث
کو کھینچ تان کر اُسپر مطابق کریں۔ سیوم اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید کا کوئی کلمہ خلافِ واقع
نہیں مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس کبریٰ کلیہ کے لیے کوئی صغریٰ جزئیہ بوسیلۂ عقل دریافت
کر لینا ہم سے ہیچمدانوں کا تو کیا جو صاحب جناب سید صاحب اور مولوی مہدیعلیخان صاحب کا بھی
کام نہیں یعنی بوسیلۂ عقل یوں نہیں کہہ سکتے کہ ہذا حقیقۃً او واقع اور کہیں تو تاوقتیکہ کلام اللہ کے معنے
متبادر مطابقی کے مطابق ہے تو بسر و چشم ورنہ کالائے زبون بریش خاوند مگر یہ یاد رہے کہ معنی مطابقی
سے زیادہ لینے کی اجازت نہیں ہاں اگر کوئی اور دلیلِ نقلی یا عقلی سے ایسی بات ثابت ہو جائے جو
معنی مطابقی کے مخالف نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں غرض جاءنی زیدٌ سے زید کا فقط آنا ثابت ہوگا
سوار ہونے یا پیادہ آنے سے سروکار نہیں۔ چہارم۔ واقعی مخالفِ کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر
ہے نہ کسی مفسر کا بلکہ خود حدیث اگر مخالفِ کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائیگی مگر تخالف اور توافق کا سمجھنا
ہم جیسوں کا کام نہیں اس کیلئے تین علموں کی ضرورت ہے ایک تو علمِ یقینی معانیٔ قرآنی دوسرے
علمِ یقینی معانیٔ قولِ مخالف تیسرے علمِ یقینی اختلاف جس کو یہ منصب خدا عطا کرے اُسکے بڑے نصیب اور
جاہل اور نیم مُلّا اس بات میں ٹانگ اڑانے لگیں تو اُن کا یہ دخل بے جا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی طبیب حاذق
کی بات میں کسی نادان یا کسی نیم طبیب کا دخل سو جیسے طبیبِ حاذق سے بوجہِ خطا و نسیان مخالفت
مخالفتِ قوانینِ طب کسی خاص واقع میں ممکن ہے پر اُسپر گرفت کرنا مریض نادان یا نیم طبیب کا
کام نہیں ایسے ہی محدث اور مفسر سے مخالفتِ غرض قرآنی بوجہِ خطا و نسیان ممکن ہے پر ہم سے جاہل
یا ہم سے نیم مُلّا کا یہ منصب نہیں کہ ہم ہی اُس کو دریافت کر سکیں یا دربابِ صحتِ تخالف ہمارا قول معتبر ہو سکے
ہاں البتہ یہ بات ممکن ہے کہ دو تفسیریں سنکر بشہادتِ وجدان ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح سمجھ لیں
اس لیے کہ بات کا نکالنا مشکل ہے پر بتلائے پر سمجھ لینا آسان ہے بہر حال ہر کارے و ہر مردے مخالفت

کا سمجھ لینا ہر کسیکا کام نہین اور بعد اطلاع مخالفت حب اکابر کے اقوال قابل قبول نہوے تو ہمارے
تمہارے یا سید صاحب کے اقوال اگر مخالف کلام اللہ یا حدیث ہونگے تو بدرجہ اولی مقبول نہون گے
پنجم کسی آیت کا منسوخ الحکم ہو کر دفتین سے خارج ہوجانا وجوب عمل قرآنی مین کچھہ حارج نہین۔ اگر ہمکو کسی
آیت معلومہ کا منسوخ التلاوۃ ہوجانا معلوم ہوجائے تو ہرگز تنقیص احکام واجبیہ مین کچھہ فرق نہین پڑتا
ہان درصورتیکہ آیت خارجہ معلوم المشخص و الحکم نہو تو البتہ پھر یہ احتمال ہے۔ کہ شاید وہ حکم ناسخ ہوا اور کوئی حکم
احکام موجودہ مین سے منسوخ یا برعکس کیجئے اس صورت مین واجب و غیر واجب کا پہچاننا حد بشر سے خارج ہوجائیگا
اور دربارۂ شناخت حق و باطل اس زمانہ کو زمانہ جاہلیت پر چندان تفوق نہوگا۔ ششم خداوند کریم بالذات
مطاع ہے اور انبیاء بوجہ رسالت اور علما بوجہ تبلیغ رسالت غرض خدا کو بمنزلہ بادشاہ سب کا افسر سمجھو
اور انبیا کو بمنزلۂ وزرا یا نواب جنکی حکومت مستقل نہین ہوتی بلکہ عطاء بادشاہی اور مستعار ہوتی ہے جب
چاہے چھین لے اور حکام ماتحت جو زیر حکم وزرا و نواب ہوا کرتے ہین وہ اور بھی نیچے کے درجہ مین ہوتے
ہین کیونکہ وہ انہین وزرا اور نواب کے نائب ہو کر حکمرانی کیا کرتے ہین بہرحال بعد خدا بالذات مطاع و حاکم
کوئی نہین ان الحکم الا للہ مگر ہان اتنا فرق ہے کہ انبیا کا مطاع ہونا اگرچہ بالعرض کیون نہو بوجہ تیقن رسالت
یقینی ہوتا ہے اور پھر بوجہ معصومیت احتمال دخل و فصل نہین ہوتا فقط ایک ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے اور علما و اولیاء
کی اول تو اس عہدۂ نیابت مین کلام یعنی ان کا عالم اور مستحق نیابت ہونا یقیناً معلوم نہین ہوتا دوسرے اگر انکی
نیابت معلوم بھی ہوجائے یعنے یہ یقین بھی ہوجائے کہ یہ اس مرتبہ کے عالم ہین تو اسمین کلام رہتا ہے کہ یہ قول و فعل
بوجہ ہوا و ہوس یا نسیان و خطا تو صادر نہین ہوا ہان اس قسم کے خیالات البتہ ظنی ہو سکتے ہین یعنی جیسے بوسیلہ
آثار کسیکا شجاع ہونا یا نامرد ہونا یا سخی ہونا یا بخیل ہونا یا صادق یا کاذب ہونا یا خوش اخلاق بداخلاق ہونا
یا دوست و دشمن ہونا یا متقی فاسق ہونا یا مومن کافر ہونا معلوم ہوجاتا ہے اور وہ علم موافق قواعد معلومہ
ظنی ہوتا ہے۔ ایسا ہی کامل العلم یا ناقص العلم ہونا یا تابع رضائے خدا یا تابع ہوا و ہوس ہونا بھی چھپا نہین رہتا
اولیات مین ویسا ہی یقین حاصل ہوجاتا ہے جیسا امور مذکورہ مین مگر چونکہ اہل علم اس کو یقین نہین کہتے بلکہ
اس یقین عوام کا نام ان کے نزدیک ظن ہے تو احکام ظن اسپر عارض ہونگے مگر ہم دیکھتے ہین کہ

کم سے کم وجوب کے لیے ظن ضرور ہے تامرتبہ شک ایجاب حکم متصور نہین او رجب مرتبہ شک سے ترقی حاصل ہو یعنی ظن پیدا ہوجاے تو پھر وجوب آد باتا ہے یہی وجہ ہے کہ قاضی دو گواہ عادل سنکر اگر حکم مخالف مدعی دے تو گنہگار ہو علی ہذا القیاس مخالفت حدیث واحد بشرط صحت موجب فسق ہو اگر در صورت ظن وجوب نہوا کرتا تو اس گنہگاری اور فسق کی کوئی وجہ نہ تھی او ظاہر ہے کہ قاضی کو دو گواہون سے یا سامع کو حدیث واحد سے یقین مصطلح حاصل نہین ہوسکتا ہان غلبہ ظن کہیے تو بجا ہے مگر ظن اگر موجب مراعات ہو اور سرمایہ وجوب ہو تو جہان دینیات مین دو قول مختلف ہون اور ایک طرف ظن غالب ہو تو موافق قاعدہ مذکورہ جسپر قواعد شرعیہ بہی مبنی ہین اور عقل بھی شاہد ہے وہی وجوب عائد ہوگا ہان اختلاف ظنون ممکن ہی ہوسکتا ہے کہ کسیکو ایجاب کی جانب ظن ہو کسیکو سلب کیجانب بہرحال یہ کہدینا کہ کسیکا قول و فعل بلاسند قابل تسلیم نہین از روے بیان بالا قابل تسلیم نہین اور کیونکر علی الاطلاق ایسی بات کہدیجیے نہ تو کہنے والے کو اس بات کی گنجایش کہ اگر کسی کا قول و فعل بلاسند معلوم قابل تسلیم نہین تو راویونکا یہ کہنا کہ یہ روایت قول خداوندی ہے یا قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہو اگر وجہ صداقت ظن صحت اور حسن ظن ہے تو فقہاء اور علماء نے کیا گناہ کیا ہے اُن کے ساتھ بھی حسن ظن چاہیے اگر اُن کے قول کے لیے ہمکو سند معلوم نہین تو درباب وجود ماخذ قول مذکور فقہاء او علماء ربانی راویان حدیث سے استحقاق حسن ظن مین کم نہین غرض فقہاء درباب اقوال مستخرجہ دو منصب رکھتے ہین ایک تو یہی منصب استخراج و استنباط دوسرے منصب روایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کے لیے کوئی ماخذ ہے کیونکہ یہ منصب ثانی اگر اُن کے لیے تجویز نہ کیا جاے تو یہ معنی ہون کہ یہ لوگ کذاب اور دروغ گو تھے سو باوجود آثار صدق و دیانت اگر کسی کو کذاب کہنا جائز ہے تو راویان حدیث صحیح کے کذاب کہدینے سے کون مانع ہے بالجملہ فقہاء علماء ربانیین کو درباب ماخذ اگر راوی نہ سمجھا جاے تو پھر دین کے لیے کوئی حجت ہی نہ ملیگی ہان یہ بات مسلم کہ منصب اول مین گنجایش تاویل ہے اس لیے احتمال ثانی بھی رہتا ہے جس کے باعث یہ دوسرا ظن یہان پیدا ہوگیا ہے اور اس وجہ سے وجوب متعلق احکام مستخرجہ فقہاء مسلمین وجوب متعلق احکام منصوصہ سے رتبہ مین کم ہوگا مگر یہ کمی ایسی

ہی ہوگی جیسے نماز کی فرضیت اور روزہ کی فرضیت مین تفاوت کمی بیشی ہے اس لیے یہ کہنا تو غلط کہ قابل تسلیم نہین ہان یہ بات مسلم ہی کہ اُس کے انکار سے کفر عائد نہین ہوتا پر انکار تو حدیث واحد کا بھی موجب کفر نہین اگر ہے تو موجب فسق ہے سو وہی فسق یہان بھی لازم آئیگا بہت نہین تھوڑا ہی سہی علی ہذا القیاس یہ کہنا کہ دوسرون کے قول کو قابل تسلیم سمجھنا شرک فی النبوۃ ہے علی الاطلاق درست نہین یہ بات جب ہی کہ کسی دوسرے کو قطع نظر اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سمجھے کہ اُس کا قول و فعل بہر نہج واجب الاتباع ہی سو اس قسم کا معاملہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ کرے جیسا تابعان رسوم آبا بمقابلہ سنن مرسلین باوجود تیقن ثبوت سنت و یقین بے سندی رسوم آبا رکیا کرتے ہین وہ شخص بے شک مصداق شرک فی النبوۃ ہی اگر اپنے آبا کے ساتھ اُن کو عقیدہ ہے جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ اُنکے پیرون کو ہونی چاہیے تب تو وہ لوگ مشرک حقیقی اور کافر تحقیقی ہین ورنہ خوف تشنیع ابنار روزگار اگر فقط باعث اتباع رسوم ہی تو اس صورت مین ایک ضعیف سا ایمان اس شرط پر متصور ہی کہ انبیاء وقت کے ساتھ عتقاد کما ینبغی رکھتا ہو بہر حال اگر قائل قول و فاعل فعل مستحق حسن ظن درباب کمال علم و دیانت و امانت ہے اور اس امر مین اُسکے آثار اُسکے ان دونون کمالون پر ایسی طرح شاہد ہون جیسے دلاوران مشہور یا اسخیاء معروف کے آثار اُن کی شجاعت و سخاوت پر شاہد تھے پھر تسپر اُن کی طرف سے اُس فعل و قول کی نسبت صراحۃً یا اشارۃً یہ دعویٰ بھی ہو کہ حکم خدا تعالیٰ ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس طرف درباب علم یہ منصب نہو کہ مسائل دینیہ مین یہ پہچان سکین کہ اس موضوع و محمول مین باہم ارتباط ذاتی ہی یعنی موضوع محمول کے حق مین علت اور ملزوم ہے اور محمول اُس کے حق مین معلول اور لازم ذات یا عرضی ہے یعنے ایک دوسرے کیلئے علت و معلول و لازم ذات و ملزوم نہین تو اس صورت مین قول و فعل مذکور اس شخص کے حق مین قابل تسلیم ہے بلکہ اگر اس شخص کو اورون کی نسبت اُس قائل و فاعل کے ساتھ زیادہ ظن غالب ہو تو بے شک بتوافق قواعد مشار الیہا واجب التسلیم ہوگا کیونکہ ہر شخص درباب دین اسنے ظن غالب کا کم سے کم محکوم ہے لیکن اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے کہ منصب مذکور کے حاصل ہونے سے پہلے خود رائی ایسی ہی جیسے اندھا بے کسیکی ہدایت کے رہروی اختیار کرے فقط عربی ترجمہ کر لینے سے

یہ بات حاصل نہین ہوجاتی اگر کوئی شخص عربی دان حافظِ کلام اللہ وحدیث بھی ہو تو کیا ہے اندھا
شمع کے ہاتھ مین لے لینے سے سوجھا کا نہین ہوجاتا۔ اور پنساری دواؤن کے جان لینے سے طبیب
نہین بن جاتا باقی تفاوت واقع فیما بین انبیاء اور علماءِ کرام مسلم مگر یہ تفاوت قادح وجوب مذکور
نہین ورنہ وہ تفاوت جو خدا تعالے اور انبیا علیہم السلام مین واقع ہے اس تفاوت سے زیادہ
ہے جو پیغمبرین اور اُن کی امتیون مین ہوتا ہے سو اگر محض تفاوت موجب سقوطِ اعتبار ہے تو یہ بات
تو دور تک پہنچتی ہے اور اگر اضافتِ خداوندی یعنی یہ بات کہ اقوالِ انبیاء کرام در پردہ فرمودہ خدا تعالے
ہوتے ہین موجب وجوب اتباع ہے تو یہان بھی یہ اضافت اپنا کام کرے گی ہان یہ مسلم کہ وہان علم
اضافت یقینی اور یہان بوجہ احتمالِ خطا وغیرہ ظنی اس لیے تفاوت فی الوجوب پیدا ہوگا پر شرک
فی النبوۃ کو اس سے کچھ علاقہ نہین ہے ختم۔ یہ بات مسلم کہ اطاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دین
مین ضرور ہے لیکن اگر احکام دین اقوال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نام ہو تو پھر معلوم نہین کہ
اس تفریق کے کیا معنے ہون گے کہ درباب اتباع دین تو ہم مجبور ہین پر درباب امور دنیاوی مجاز ہین
یون کہیے کہ ایک امر ہوتا ہے اور ایک مشورہ امر اگر ایجاب کے لیے ہے تو اتباع واجب ہے اور استحباب
کیلیے ہے تو مستحب اور مشورہ مین رسول اللہ صلعم ہون یا اور کوئی واجب الاتباع کوئی نہین بلکہ خدم کی طرف
سے اتباعِ مشورۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین امر استحبابی تک نہین لیکن ظاہر ہے کہ افعال اختیاری
پر دو قسم کے متفرع ہو سکتے ہین منفعت ومضرتِ دنیوی یا منفعت ومضرتِ اُخروی سو بیانِ منافع ومضار
دنیوی مین تو البتہ گنجایشِ مشورۂ مذکور ہے پر درباره منافع ومضار اُخروی انبیاء کو مشیر سمجھنا شرک
فی النبوۃ کی جڑ کو مستحکم کرنا ہے یا انبیاء کرام علیہم السلام کو مثل عوام سمجھنا اگر بنا مشورہ وحی پر ہوا
کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم ہوا وشاورھم فی الامر اور اس وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے
مشورہ سنت ہوگیا تو اسکے یہ معنے ہون کہ آپ خاتم النبیین نہین اور اگر مشورہ محض رائے پر
موقوف ہو تو یون کہو کہ انبیاء کرام بھی مثل عوام اٹکل ہی کے تیر مارا کرتے ہین بالجملہ منافع ومضار
دنیوی مین انبیاء مشیر ہو سکتے ہین۔ پر اس کو عرض رائے کہیے امر نہین کہہ سکتے جو یہ تفریق

بجائے خود مستحسن ہو اس صورت میں ماحصل اس تقریر کا یہ ہوگا کہ ایجادِ طریقِ آخرت تو انبیاء کا کام ہے اور ایجادِ طریقِ فلاحِ دنیا اُن کا کام نہیں پر بعض طرق فلاحِ دنیا معارض طرق فلاحِ آخرت ہوتی ہیں اور بعض موافق اور بعض نا موافق ہوتی ہیں نہ معارض سو جو طرق معارض ہوں جیسے چوری قزاقی غصب زنا وہ تو بوجہ مخالفت ممنوع ہوتے ہیں اور جو طرق موافق ہوتے ہیں جیسے قرآن خوانی یا وعظ گوئی پر لینا بایں وجہ ممنوع ہو جاتے ہیں کہ غلام سرکاری ہو کر سرکاری ہی پر اجرت مانگتے ہیں اور جو طرق نہ موافق ہیں نہ معارض اُن کو ذریعۂ فلاحِ دنیا اگر قرار دیں تو بجا ہے ان طرق میں ہمیشہ یہ ملحوظ رہیگا کہ طرق فلاحِ آخرت کی معارض نہو جائیں چنانچہ بیوع و اجارات کا فساد و بطلان سب اسی پر مبنی ہے سو اس قسم کی ایجاد یا اس کی ترقی و تنزل میں انبیا اگر دخل دیتے ہیں تو بطور مشورہ بتقاضا خیر خواہی دخل دیتے ہیں خدا کی طرف سے اس مشورہ کی تسلیم میں ہرگز کچھ خواستگاری نہیں اور مقدمہ تابیر نخل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کو انتم اعلم بامور دنیاکم فرمانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ اس فن کے امام نتھے خدا کی طرف سے اس مقدمہ میں پیغمبر نہ تھے بہر حال امر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جس امر میں ہو واجب الاتباع یا مستحب الاتباع ہوگا ہاں مشورہ نہ واجب الاتباع ہے نہ مستحب الاتباع البتہ مقتضاء حسنِ ادب یہ ہے کہ آپ کے مشورہ کو بھی اوروں کے مشورہ پر مقدم جانے کہ اول تو مشورہ میں لحاظ کمالِ عقل ہی پر ہوتا ہے فقط تجربہ کاری پر نہیں ہوتا سو اس کمال میں ظاہر ہے کہ انبیاء کیسے کامل ہوتے ہیں دوسرے اتباع کسی مقدمہ میں کیوں نہو موجب خوشنودی خاطرِ متبوع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ خوشنودی خاطرِ انبیاء کرام کیا کچھ مثمر برکات ہو سکتی ہے کم سے کم ایک دعا ہی سہی اسوجہ خارجی و عارضی کے باعث ایسے مواقع میں بھی استحباب عرضی آجاتا ہے ہشتم - احکام منصوصہ کے یقینی اور اجتہادی کے ظنی ہونے میں کسی کو کلام ہو سکتی ہے اگر ہوگی تو اس امر میں ہوگی کہ کونسا منصوص ہے کونسا نہیں اور کونسا اجتہادی ہے کونسا نہیں اور یہ میں اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ بسا اوقات اکثر آدمی بوجہ قلت تفکر بعض امور کو منصوص سمجھ جاتے ہیں حالانکہ وہ منصوص نہیں ہوتے اور تو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں سمجھ گئے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جنکی شان میں خداوند کریم آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما فرماتے ہیں کشتی مساکین کو

ظلماً تو ہوا الا اور طفل نابالغ کو بیگناہ قتل کر ڈالا یہ کلام اللہ مین موجود ہی - آیات آخر رکوع یعنی اما السفینۃ سے لیکر آخر رکوع تک سے قطع نظر کیجیے تو ابنا روزگار سے پوچھ دیکھیے یہی کہین گے کہ حضرت خضر کا قاتل طفل بے گناہ اور خارق سفینہ ظلماً ہونا منصوص ہے غرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ معنی حقیقی موضوع سے زیادہ بوجہ خیالات طبعزاد جو الف وعادت پر مبنی ہوتے ہین اور معانی زائد لگا لیتے ہین اور خود اُن کو یہ تمیز نہین ہوتی کہ یہ ایجاد اپنی طبع کا ہے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہین اکثر ابنا روزگار بلکہ کل اسی قسم کے نظر آتے ہین آخر ہر کسیکی کلام اُس کے مبلغ فہم پر دلالت کر دیتی ہے مگر آجکل اکثر عالم کہ بوجہ انصاف وہ عالم نہین نیم ملا ہین اپنے آپ کو عالم فن دین کچھ ایسا سمجھ جاتے ہین جیسے بندر نے نیل کے ماٹ مین گر کر اپنے آپ کو طاؤس سمجھ لیا تھا انصاف کی بات جس کو اہل فہم خواہ مخواہ مان جائین یہ ہے کہ علم کے تین مرتبے ہین ایک وہ جس کی طرف جملہ یتلو علیہم آیاتہ دلالت کرتا ہے اس کا ماحصل تو فقط اتنا ہے کہ عربی مین زبان دانی حاصل ہو جائے دوسرا وہ مرتبہ جس کیطرف یعلمہم الکتاب مشیر ہے اس مرتبہ کی حقیقت یہ ہے کہ مجملات کلام اللہ کو مشخص سمجھ جائے تفصیل اس اجمال کی بقدر مناسب یہ ہی کہ مفہومات کلیہ کے لیے ہزارہا تشخص محتمل ہوتے ہین مثلاً انسان ایک مفہوم کلی ہے اور زید عمرو بکر کی خصوصیات زائدہ اُس کی تشخصات سو کلام اللہ مین اگر کوئی مفہوم کلی مصرح مذکور ہو اور اُس کا تشخص وتعین مصرح تو مذکور نہو پر سیاق وسباق اور لواحق وتوابع کے وسیلہ سے بشرط رسائی فہم معلوم ہو سکتا ہو تو جو شخص اس بات کو بتلائے وہ معلم کتاب کہلائیگا الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم مین لفظ ظلم ایک مفہوم کلی پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے صغیرہ اور کبیرہ اور شرک بدعت افراد ہین مصرح اگر موجود ہی تو وہی مفہوم کلی موجود ہے اور تعین شرک مصرح موجود نہین ہان لفظ لبس بوسیلہ ان الشرک لظلم عظیم اُس کیجانب مشیر ہی علی ہذا القیاس آیت وضو مین جر ارجلکم کی قرات کی صورت مین مسح ارجل تو عطف علی الروس کی صورت مین مصرح ہے اور اس کے ساتھ غسل قدم کا کچھ ذکر نہین پر غسل بھی اس کے ایک افراد مین سے ہے کیونکہ ہاتھ کا پھیرنا سوکھا موجب مسح ہی اور تر موجب مسح مع غسل کے ساتھ موجب مسح ہے او فقط رطوبت قائمہ بالید کے ساتھ موجب مسح ہے

عرض ایک مضمون کلی ہی جس کے افراد کثیرہ اور تشخصات متعددہ متصور ہین جن مین سے تصریح ایک کی بھی نہین فقط ہے تو اُس مضمون کلی ہی کی تصریح ہے ہان قیدالی الکعبین کو دیکھیے تو باعانت بار استعانت فہم رسا ہو تو غسل ہی لازم آجاتا ہے علیٰ ہذا القیاس باعانت بار استعانت موضوع لہ راس کو بہ تدبیر لحاظ کیجیے تو تعلق ربع راس نکل آتا ہے ہان راس کو کرہ حقیقی اور بالی کو سطح مستوی یا کرہ حقیقی رکھیے تو پھر مسح بال دو بال ہی کا فقط ثابت ہوگا بہرحال لفظ ظلم سے تمام گناہون کو صحیح سمجھ لینا اور لفظ راس سے تمام راس کو مصرح سمجھ لینا اور منصوص خیال کرنا ایک سینہ زوری ہے اور کچھ نہین تیسرا مرتبہ علم مین وہ ہے جو جملہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ سے لفظ حکمت کے وسیلہ سے سمجھ مین آتا ہے تحقیق اس مرتبہ کی یہ ہے کہ ہر حکم کے لیے ایک علت ہے اور ہر وصف کیلیے ایک موصوف حقیقی ہوتا ہے مثلاً مطاع ہونے کے لیے کمال فی جمال و مالکیت نفع و ضرر علت حقیقی اور موصوف حقیقی اور محکوم علیہ حقیقی ہین اور وہ اُس کے لیے معلول حقیقی اور وصف حقیقی اور محکوم بہ حقیقی اور نسبت فیما بین نسبت حقیقی علیٰ ہذا القیاس ایک موصوف عرضی ہوتا ہے جیسے وصف سالت یا خلافت اور اولوالامری مطاعیت کیلیے موصوف عرضی اور علت عرضی اور محکوم علیہ عرضی ہے اور نسبت فیمابین نسبت عرضی اور مجازی ہے یا یون کہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال مین میراث جاری نہونی اور آپکے ازواج کے نکاح کی حرمت کی علت اور روح کے ساتھ آپ کی حیات جسمانی ہی جو آپکی موت عرضی کی تلے دبکر افاضہ حس وحرکت سے اسی طرح معذور ہوگئی ہے جیسے چراغ روشن کسی ہنڈیا مین بند ہو کر مکان مین افاضہ نور سے معطل ہوجاتا ہے یہ نہین کہ جیسے ہماری تمہاری حیات جسمانی جس سے جسم پر روح کا قبض وتصرف تھا موت کے آنے سے اسی طرح زائل ہوجاتی ہی جیسے سایہ کے آنے سے دھوپ آپکی حیات بھی موت کے آنے سے زائل ہوجاتی ہی باقی یہ جو السلام علیکم یا اہل القبور سے ایک نوع کے تعلق روح وجسد کا پتا لگتا ہے جس سے اشتباہ حیات پیدا ہوتا ہی تو اُس کو اول تو ایسا سمجھیے جیسا بوسیلہ تار برقی بمبئی یا کلکتہ یا لندن کی خبر میرٹھ یا بنارس مین آجائے ایسے ہی یہان بھی سمجھیے دوسرے اگر کچھ تعلق ایسا رہا بھی جیسا کسی جلاوطن کو اپنے وطن اصلی کے ساتھ تو گو اتنا تعلق موجب اطلاع بعض احوال متعلقہ جسد ایسی طرح

ہوجاوے جیسا تعلق خاطر مرد آوارہ۔ بسا اوقات بہ نسبت اور بلاد کے احوال متعلقہ وطن متروک زیادہ اطلاع کا باعث ہوجایا کرتا ہے پر اتنی بات سے قبض و تصرف نہیں نکلتا جو اثبات حیات ہو علی ہذا القیاس یہ نہیں کہ مثل شہدا ایک بدن سے تعلق چھوٹ کر دوسرے بدن سے تعلق پیدا ہو گیا ہو جس کے بھروسے یوں کہا جائے کہ جبکہ بدن اول سے تعلق ہی نہ رہا تو اُس کے متعلقات یعنی ازواج و اموال سے کیا تعلق رہیگا جو مانع میراث اور انقطاع نکاح ہو اسی طرح اور بہت سی لطیفیں ہیں جنکو بے کہے اہل دانش سمجھ جائیں گے غرض موصوف حقیقی اور علت حقیقی کو دنیات میں علت مجازی اور موصوف مجازی سے پہچان لینا وہ حکمت ہے جس کی طرف آیت مذکور میں اشارہ ہے اور جس کی تعریف میں یہ ارشاد ہوا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اس مرتبہ حکمت پر اجتہاد کی اجازت ہے بشرطیکہ قرآن و حدیث پر بخوبی نظر ہو اور ناسخ و منسوخ و ضعیف و قوی کو پہچانتا ہو اور مرتبہ علم کتاب میں اگرچہ اجازت اجتہاد و استنباط احکام غیر منصوصہ نہیں ہو سکتے پر فقط احکام منصوص اور مضامین مندرجہ قرآنی میں خود رائی اور خود بینی کی اجازت ہے۔ چنانچہ بدیہی ہے بعد اس کے اگر حکیم اُمت یا عالم کتاب سے کوئی خطا ہوجائے تو وہ ایسی سمجھنی چاہیئے جیسے اسپ تیز گام باوجود سلامت اعضا و قوت رفتار ذراسی غفلت میں ٹھوکر کھاکر گر پڑتا ہے اس ٹھوکر کھاکر گر پڑنے کو اسپ لاغر و لنگ کے گرنے پر قیاس کر کے جیسے سواری موقوف نہیں کر دیتے ایسے ہی حکیم امت و عالم کتاب کو بوجہ غلطی جو بمقتضائے بشری بوجہ غفلت ہوجاتی ہے خود رائی اور اجتہاد سے روک دینا نامزا ہے یہ اُن کی غلطی اس امر میں مثل غلطی عوام نہ سمجھی جائے گی باقی رہا وہ مرتبہ جو جملہ یتلو علیہم آیاتہ سے مستفاد ہے بادی النظر میں اگرچہ از قسم علوم ہے پر حقیقت میں یہ مرتبہ اُن علمائے ربانی کا مرتبہ نہیں جو کسیکے پیرو نہوا کریں ورنہ جملہ یعلمہم الکتاب بیکار تھا ان حافظ علوم کہیئے تو بجا ہے بہرحال ایسے لوگوں کو اوروں کا اتباع ضرور ہے عالم بن بیٹھنا اور لوگوں کی پیشوائی جائز نہیں آپ ہی گمراہ ہوں گے اور ونکو بھی گمراہ کرینگے۔ پیشوایان فرقہائے باطلہ سب اسی مرتبہ کے لوگ تھے جنوں نے بوجہ اولوالعزمی اپنے فہم کے موافق اوروں سے اپنا کام لیا۔ نہم۔ انسان کا خارج از طاقت انسانی

مکلف نہوسکنا اور ہے۔ اور نہونا اور اس مین کچھ کلام نہین کہ انسان خارج از طاقت انسانی مکلف نہین مگر اس کے ساتھ یہ بھی غضب ہے کہ ایمان اور احکام موجب نجات عقل انسانی سے خارج نہون۔ یہ بھی صاحب غور کا مقام ہے تکلیف مالا یطاق کے نہونے کی علت فقط یہ ہے۔ کہ تکلیف سے غرض اعمال مکلف بہا ہوتے ہین تکلیف خود مقصود بالذات نہین ہوتی۔ جو یون کہا جائے۔ کہ خدا اپنی بات اور اپنے کام کر چکے بلا سے بندون سے اُس کی تعمیل ہو کہ نہ ہو سو اتنی بات اگر ہو تو ہم بھی کہتے ہین۔ کہ قطع نظر عمل سے ایسی تکلیف ممکن تو تھی ہی اگر خدا نے ایسا حکم بھیجدیا بھی تو کیا بُرا ہوا۔ بلکہ مقصود بالذات عمل ہوتا ہے۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ عمل اگر محتاج ہے تو قوت حاملہ کا محتاج ہے قوت عاقلہ کا محتاج نہین جو اُس کی ستر و مصلحت سے آگاہ نہونا مانع تکلیف ہوسکے البتہ علم عمل اتنا ضرور ہے کہ کیونکر کیجیے معہذا خارج از عقل ہونیکے اگر یہ معنی ہین کہ عامل کی عقل مین اُس کے اسرار اور مصالح اور منافع اور علل نہ آئین تو یہ تو اسرار غلط ہین اور اگر یہ معنی ہین کہ عقل اُس کے مخالف تجویز کرتی ہے تو اگرچہ اُس کے امکان مین کلام نہین ہوسکتی خاصکر اُن لوگون کی مشرب کے موافق جو علت حسن و قبح امر و نہی کے سوا اور کسی صفت ذاتی احکام کو کہتے ہین لیکن واقع مین خدا کی طرف سے ایسا ہوتا نہین پر اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اس امر مین تمہاری ہماری عقلون کا اعتبار نہین وہ عقول جو بفحوائے فِی قُلُوبِھِمۡ مَّرَضٌ امراض روحانی کے باعث ایسی طرح فاسد ہو گئے ہون جیسے قوت ذائقہ یرقانی ہرگز قابل اعتبار نہین اس کے ادراک کے لئے اُن کی عقل چاہیئے۔ جن کے دل بفحوائے اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ امراض روحانی سے ایسی طرح عافیت مین ہین جیسے مرض جسمانی یرقان وغیرہ سے بحالت صحت ہماری آنکھین۔ اور زبانین بچی ہوئی ہوتی ہین

دہم۔ افعال مامورہ کے فی نفسہ حسن ہونے کے معنے اور افعال ممنوعہ کے فی نفسہ قبیح ہونے کے معنی موافق معنی متبادر لفظ فی نفسہ اگر یہ ہین کہ حسن و قبح اُن کا ذاتی ہوتا ہے تو یہ تو غلط صلوٰۃ وقت طلوع و غروب اور صوم عیدین اور صیام ایام تشریق بالیقین

فی حد ذاتہ حسن ہے۔ پر بوجہ اقتران وقت معلوم قبح عارض ہو گیا ہے۔ علے ہذا القیاس قتال بنی آدم اور خدعہ فی الحرب جس کی تسلیم سے معتقدان قرآن وحدیث کو چارہ نہین فی حد ذاتہ قبیح ہے پر بوجہ اقتران و انضمام اعلاء کلمۃ اللہ حسن عارض ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ افعال مامورہ مین کچھ نہ کچھ حسن اور افعال ممنوعہ مین کچھ نہ کچھ قبیح ہو کسی قسم کا سہی تو مسلم۔ مگر اس صورت مین یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر قسم کے مامورات مین سے ایک چیز حسن لذاتہ ہے۔ جس کے عروض سے اور امور قابل الحسن حسن ہو جاتے ہین علے ہذا القیاس انواع ممنوعات مین ایک چیز قبیح لذاتہ ہو گی جس کے اقتران سے اور افعال قبیح بالعرض ہو جاتے ہیں پھر اس صورت مین اسبات کی گنجایش نکلیگی کہ بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز مین بوجہ اقتران مذکور حسن یا قبح عارض ہو جائے تو وہ بھی منجملہ مامورات یا منہیات ہو جائیگی یہ جُدی بات رہی کہ مامور ہو گی تو کس درجہ کی اور ممنوع ہو گی تو کس درجہ کی مثال کی ضرورت ہے تو جمع قرآن اور تدوین کتب اور تنقیح حال رواۃ و سراتب احادیث تو از قسم مامورات زمانہ آخرین اور منہیات مین عورتون کا مساجد مین آنا جانا علی ہذا القیاس توپ بندوق کے استعمال اور اشغال صوفیہ کے اشتغال کو سمجھیے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ایک فعل بوجہ اقتران مذکور کسی ملک یا ولایت مین مامور بہ یا منہی عنہ ہو جائے اور دوسرے مین نہ ہو یا ہو تو بدرجہ کمتر ہو بعد ازین یہ جو ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام حسن و قبح کے بتانے والے ہین اگر اس کے یہ معنی ہین کہ انبیاء علیہم السلام بمنزلہ اطباء ہین آمر وجابر و حاکم نہین تب تو غلط ورنہ جزا و سزاء دنیوی کے پھر کیا معنے ہین یعنی افعال حسنہ یا قبیحہ کو اگر جزاء و سزاء دنیوی ایسی لازم ہوتی جیسے لوازم ذات اپنے ملزومات کو تو یون بھی کہہ سکتے تھے کہ خود بخود یہ قصہ ہو رہا ہے اور اگر یہ معنی ہین کہ مبین بھی ہین اور آمر وجابر بھی ہین تو مسلم پر اس صورت مین امور منصوصہ کا حسن و قبیح سمجھنا تو سب کو لازم ہو گا۔ پر غیر منصوصہ کو بوجہ اقتران مذکور ہر کس و ناکس حسن و قبیح کہنے کا یا سمجھنے کا مجاز نہو گا۔ اس کے لئے اتنی عقل و فہم کی ضرورت

ہوگی جتنی مرتبہ حکمت کیلئے ضرورت ہی۔ کیونکہ عروض واقتران اور کیفیت وکمیت امور مقترنہ کو وہی شخص جان سکتا ہے جو نسبت حکمیہ حقیقیہ کو نسبت حکمیہ غیر حقیقیہ سے تمیز کر سکے۔

یازدہم۔ یون نہ کہئیے کہ تمام احکام اسلام فطرت کے موافق ہین البتہ وہ احکام جو حسن لذاتہ یا قبیح لذاتہ ہین اُن کی خوبی اور برائی طبعی ہے پر وہ احکام جن مین حسن وقبح عرضی ہوتا ہے بذات خود ہر وقت مرغوب اور غیر مرغوب نہین ہوتے تاوقت عروض بالطبع یعنی بالفطرت تو نہین البتہ بالعرض مرغوب وغیر مرغوب ہوجاتے ہین بعد زوال عروض وہ رغبت بالضرورت بدلجاتی ہی اگر بوجہ شدت گرسنگی یا تشنگی جس مین ہلاکت کا اندیشہ ہو اغذیہ یا اشربہ محرمہ کا کھالینا یا پی لینا احسن یا مباح ہوجاتا ہی تو تادم مخمصہ ہی یہ بات رہتی ہی اُس کو اقتضائے طبعی اور فطری نہین کہہ سکتے مگر ہان یون کہیے کہ تادم عروض ہی فطری کہنا مراد ہے پھر با اینہمہ میری اور تمہاری فطرت کا ذکر نہین کیونکہ اول تو یہان فطرت ہی مفقود فطرت اُس حالت کو کہنا چاہیے جو روح کیلئے بمنزلہ صحت جسمانی ہو جو جسم کیلئے قبل عروض مرض ہوتی ہی اور بعد عروض مرض مفقود ہوجاتی ہے اور اگر صحت جسمانی امراض جسمانی کی اوٹ مین آجاتی ہے مستور ہوجاتی ہے مفقود نہین ہوتی تب کیا ہوا اُس صورت مین اگر فطرت بھی اسی طرح مستور ہوئی تو کیا ہوگا ہوا نہو اجتناب ہی تو اُس کو لیکر کیا چاہیے یہی وجہ ہے کہ کفار و فجار کو ایمان و تقوی ہمیشہ برا ہی معلوم ہوتا ہے بہر حال موافق اذاستر تک حسنات دو سیئات تک طاعت مین لذت اور معصیت مین تکلیف ہونے لگے تو البتہ ایسے اہل قلوب کو ارباب فطرت کہہ سکتے ہین لیکن پھر بھی سوائے نبی کسی کا قلب دربارہ صحت وسقم قرآن واحادیث کسوٹی نہین ہو سکتا ان قرآن واحادیث صحیحہ البتہ کسی کے وجدان کے کھرے کھوٹے بتانے کے لیئے کسوٹی اور معیار ہین اگر وجدان اہل وجدان اُسپر مطابق آجائین تو ایسے لوگ صحیح الوجدان ہین ورنہ یہ عدم تطابق دلیل فساد فطرت ووجدان سمجھا جائے گا قرآن وحدیث اس عدم تطابق کے باعث غلط نہ سمجھا جائیگا کیونکہ قلوب سلیم کو مثل اجسام صحیحہ ہر دم مرض کا اندیشہ لگا ہوا ہے پر قرآن وحدیث صحیح کو مورد صحت وسقم باین طور نہین کہہ سکتے کہ

کبھی یہ صحیح ہو جاتے ہین کبھی غلط جو روایت صحیح ہے وہ ہمیشہ صحیح رہتی ہے جو غلط ہے ہمیشہ غلط سو ظاہر ہے کہ قرآن شریف و حدیث متواترہ مین تو یہ احتمال غلط ممکن ہے ہنین رہی احادیث صحیحہ غیر متواترہ ہر چند احتمال غلطی اور مخالفت واقع اُن مین ممکن ہے کیونکہ اُن کی صحت حسب اصطلاح محدثین بمعنی مطابقت واقع نہین لیکن یہ ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسا مرد صادق القول سے بوجہ غلط فہمی کسی بات مین غلط کہدینا سو جیسا یہ شاذ و نادر ہے مثل عوارض امراض خصوصاً امراض روحانی کثیر الوقوع اور عسیر الزوال ہنین جو دربارۂ اعتبار معاملہ برعکس ہو جائے یا احتمال مساوات ہو بہرحال یہ قول کہ اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور سوجہاکے کے حق مین دیکھنا گناہ ٹھیر سکے گا۔ اگرچہ اس جگہ بے موقع ہے کیونکہ استطاعت بصارت اور عدم استطاعت بصارت مین فطرت ہی نہ مطابق فطرت علی العموم ہرگز صحیح نہین ہان تاویل مذکور کے ساتھ کہیے تو بجا ہے۔

جبر و قدر

دوازدہم۔ انسان کو ایک اختیار داد دہر سے مستعار عطا ہوا ہے پر وہ اختیار انسانی اختیار خداوندی کے ساتھ وہ رابطہ رکھتا ہے جو قلم ہمارے تمہارے ہاتھ کے ساتھ یا کچلی کل کسی اگلے کل کے ساتھ اگر یہ نہ ہو تو اختیار انسانی کو عطائے خداوندی کہنا غلط ہو جائے گا۔ اور ارادہ انسانی مخلوق خدا نرہے گا۔ کیونکہ ہر بالعرض کے لئے ایک موصوف بالذات چاہیے ورنہ پانی کی گرمی اور زمین کی دھوپ کو آگ اور آفتاب کی حاجت نہ ہوتی مگر جیسا ہر بالعرض کے لیے بالذات کی ضرورت ہے ایسی ہی اُن دونون مین تجانس بھی ضرور ہے جس نوع و جنس کا وصف عرضی ہو گا اُسی نوع و جنس کا وصف ذاتی ہونا چاہیے زمین کا نور آفتاب کے نور سے پیدا ہوتا ہے آفتاب کی حرارت یا پانی کی رطوبت سے پیدا نہین ہوتا۔ اس صورت مین ضرور ہے کہ ارادہ انسانی ارادہ خداوندی کا پرتو ہو مگر جیسی حرکت نور زمین یعنی دھوپ حرکت آفتاب و حرکت شعاع و نور آفتاب پر موقوف ہے بالاستقلال نہین ایسی ہی حرکت ارادہ انسانی حرکت ارادہ خداوندی پر موقوف ہوگی چنانچہ خداوند

کریم خود ہی فرماتے ہین وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ سو اگر مجبور ہونے سے مراد یہ توقف ہے
اور باین معنی انکار جبر ہے تب تو بلا شبہ یہ انکار غلط اور لغزش عظیم ہے جس کا تدارک بجز
توبہ متصور نہین اور اگر یہ مطلب ہے کہ بندہ صاحب اختیار ہے یہ نہین کہ اختیار ہی نہین
دیا بلکہ مثل چوب و سنگ جو بظاہر ذوی العقول مین سے نہین اور ارادہ سے بے بہرہ
نظر آتی ہین یہ بھی بے بہرہ ہے تو یہ بات بدیہی ہے مگر بدلالت سیاق اور شہادت عبارت
سابقہ اس استفسار سے جو یہان سے (مگر اس سے انسان اُن قوی کے استعمال الخ) شروع
ہوا ہے یہ معنی نکالنے بظاہر دشوار ہین اور اگر یہ غرض ہے کہ انسان کو ارادہ بھی ملا اور پھر وہ
ارادہ خدا یتعالی کے ارادے کے ساتھ وہی ارتباط بھی رکھتا ہے جو مین نے عرض کیا مگر
باینہمہ مثل احجار و اشجار مجبور نہین جو اسکی طرف بجز انفعال عمل کو انتساب ہی نہو سکے تو یہ مسلم مگر اس
صورت مین انکار جواز تکالیف یا خیال عدم جواز ثواب و عقاب جیسا بظاہر متوہم ہو سکتا ہے بالکل
خیال خام ہوگا کیونکہ اس صورت مین تکلیف تو مثل صیقل آئینہ وغیر آئینہ سمجھی جائیگی جو بعد دعوے
قابل العکس ہونے آئینہ اور غیر قابل العکس ہونے سنگ و چوب کے مخالفان دعوے کیلئے
مسکت ہو سکتا ہے سو جیسے سنار یا صراف کامل کا کھوٹے کھرے کو کسوٹی پر لگا کر بتلا دینا
گاہک یا صاحب متاع کے دکھلانے اور ساکت کرنے کے لیے ہوتا ہے اپنے اطمینان کے لئے نہین ہوتا
ایسے ہی خدا کی طرف سے تکلیف کو بیان فرق مراتب انفعال کیلئے سمجھیے اور امتحانات لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا وغیرہ از قسم اتمام حجت سمجھیے نہ از قسم استخبار و استفسار اور ثواب و عقاب کو ایسا سمجھیے
جیسا آئینہ کو نظارہ کیلئے پیش نظر رکھین اور پتھر یا چوب کو سامنے سے ہٹا دیوین سو جیسے اس رکھنے
اور ہٹانے مین ایک کا اعزاز اور دوسرے کی تحقیر نکلتی ہے ویسے ہی اس ثواب و عقاب کو خدا کی طرف سے بیان
فرق مراتب ظہور فعل کیلئے سمجھیے یعنی جیسے آئینہ سے بوجہ انعکاس نور آفتاب جو بعد قبول ظہور مین آتا ہے اور بعد
انفعال رنگ دکھلاتا ہے ایک صدور نور ہند کو اور دوسرے ادھر کو ہوتا ہے جس سے انتساب فاعلیت درست سمجھا
جاتا ہے۔ ایسے ہی یہان بھی قبول ارادہ کے بعد ایک انعکاس ارادہ بھی ہوتا ہے اور وہ ارادہ منعکس مرادات بشری

اس طرح واقع ہوتا ہے جیسے نور منعکس از آئینہ در و دیوار پر واقع ہوتا ہے سو یہ اعزاز مذکور اسی قابلیت کا نتیجہ ہے۔

سیزدہم۔ یوں کہنا چاہیے کہ دین اُن احکام کا نام تو یقینی ہے جو یقینی ہیں اور اُن احکام کا نام ظنی ہے جو ظنی ہیں یعنی احکام یقینیہ کو یقیناً دین سمجھنا چاہیے اور احکام ظنی کو ظناً کہنا چاہیے بہر حال اطلاق دین دونوں پر چاہیے پر فرق مراتب علم کے لیے یقین و ظن کی قید کا اضافہ ضرور ہے۔

اصول سیزدہم

چہاردہم۔ اس اصل کے موافق احکام کی دو قسم کرکے قسم اول کی پھر دو قسمیں کرنی چاہییں ایک امر و نہی حسن لذاتہ و قبیح لذاتہ دوسرا امر و نہی حسن و قبیح لغیرہ سو جو امر و نہی متعلق بحسن و قبیح لذاتہ ہیں وہ تو بےشک موافق فطرت ہیں نہیں تو نہیں مگر ہاں یہ تاویل کیجیے کہ قسم ثانی بھی فطرت کے مطابق ہیں بالذات نہیں بالعرض ہی سہی لیکن اس صورت میں جیسے قسم اول کی تقسیم بیکار ہے خود تقسیم اول اس سے زیادہ بیکار ہے اور اس سے زیادہ بیہودہ اور لغو کیونکہ وہاں فرق بالذات و بالعرض کی دریافت کرنے کے لیے کچھ ضرورت تقسیم بھی تھی اور یہاں تقسیم اول کی اس صورت میں کچھ ضرورت ہی نہیں خیر ہر چہ بادا باد اب آگے دیکھنا چاہیے یہ جو ارشاد ہے کہ اطاعت و عمل میں دونوں برابر ہیں اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مراتب حسن و قبول میں سب برابر ہیں تب تو غلط ہے ابھی معلوم ہو چکا کہ خود حسن و قبح میں کمی بیشی ہے ظاہر ہے کہ موصوف بالذات ہمیشہ موصوف بالعرض سے اکمل ہوا کرتا ہے آفتاب نورانیت میں آئینہ اور در و دیوار سے زیادہ ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ بقدر مراتب حسن و قبح ہی مراتب امر و نہی متفاوت ہونے چاہییں یعنی یہ فرق فرضیت و وجوب و سنیت و استحباب و حرمت و کراہت تحریمی و اباحت اس فرق مراتب حسن و قبح ہی پر متفرع ہونی چاہیے اس لیے کہ حاکم ایک اللہ تعالیٰ محکوم بہ ایک بندہ عبارت حکم وہ ایک صیغۂ امر و نہی پھر اگر فرق مذکور بھی نہ ہو تو یہ فرق مراتب کہاں سے آئے اور یوں کہیں ایک آدھ جا اگر فرق عبارت سے اس فرق کو علامت بھی کہیے تو اور باقی فرقہائے معلومہ کی کیا سبیل ہوگی باایں ہمہ عبارت دربارہ مطلب مفہوم مخبر اور مظہر ہوتی ہے علت نہیں ہوتی اور علت کی ضرورت ہر حادث کیلئے ضرور ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اطاعت سب کی چاہیے کہ خدا کی یہاں کسی مرتبہ میں واقع ہوں تو البتہ ایک ٹھکانے کی بات

اصول چہاردہم

ہے مگر اسکے یہ معنی ہون گے کہ مراتب وجوب و استحباب وغیرہ مین اگرچہ دونون قسمون مین فرق ہو
پر صورت ادا مین دونون جا ایک ہی ہے جسطرح سے مثلاً چار فرض ادا کیے جاتے ہین اسی طرح دو یا چار سنت اسی طرح
تین فرض ادا کیے جاتے ہین اسی طرح تین وتر جتنی دیر اسمین لگتی ہی اُتنی ہی اُس مین لیکن اس صورت
مین اس بات کی تحقیق ضرور ہی کہ احکام اصلی کی کیا نشانی ہی اور احکام حفاظت کا کیا پتہ ہے سو ہم سے
اگر پوچھیے تو اُس کی تحقیق بقدر مناسبت مقام یہ ہی کہ طاعات و ذنوب مین انواع متعددہ ہین پھر ہر نوع
مین ایک امر مقصود بالذات ہی باقی مقصود بالعرض طاعات مین مثلاً ابواب صلوۃ کے اوامر ایک جدی
نوع اور ابواب زکوۃ کے اوامر ایک جدی نوع ابواب صوم کی جدی ابواب حج کی جدی پھر نوع
اوامر متعلقہ صلوۃ مین صلوۃ مامور بہ بالذات ہے اور طہارت اور جماعت اور مراعات صف اول
و تکبیر اولی و قرب امام و انتظار جماعت و رباط مسجد و وضو قبل از وقت وغیرہ مامور بہ بالعرض ہین بلکہ
مراعات صف اول وغیرہ تو بالعرض کے بھی بالعرض ہین اسلیے کہ مقصود اعظم ان امور سے نگاہداشت
جماعت مسجد ہی اور وجہ اس تفریق کی ظاہر ہے کون نہین جانتا کہ جماعت مین قطع نظر نماز کے کچھ ثواب
نہین ورنہ حدیث و قواعد کیوقت ایک بانمط کھڑا ہونا بھی منجملہ طاعات سمجھا جاتا علیٰ ہذا القیاس
اور امور کو سمجھ لیجیے اور طہارت اگر بذات خود بھی مطلوب ہو تو یہ طلب جو اِذَا قُمْتُمْ
اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ الخ سے ثابت ہو لاجرم بوجہ صلوۃ ہی بات خود
طہارت یہان مطلوب نہین ادھر ذنوب مین دیکھیے تو ابواب زنا جدی نوع ہے اور نہی
شراب خواری جدی نوع اور نہی سود خواری جدی نوع علیٰ ہذا القیاس پھر نوع زنا مین
خود زنا بالذات منہی عنہ ہے اسلیے اپنی بیگانے سب سے زنا ممنوع ہی اور بوس و کنار و خلوت وغیرہ
منہی عنہ بالعرض یعنی بوجہ شہوت و اندیشہ زنا ممنوع ہین بذات خود ممنوع نہین ورنہ یہ معاملات مثل
زنا کے ماں بہن بیٹی وغیرہ سے ہرگز جائز نہ ہوتی بلکہ اولٰی یہان اور جا کی نسبت زیادہ
ممانعت ہوتی سو مامور بہ اور منہی عنہ بالذات کا نام تو ہم مقاصد رکھتے ہین اور مامور بہ بالعرض
کا نام ہم وسائل و ذرایع اور دواعی رکھکر یہ گذارش کرتے ہین کہ ان دونون قسمون مین تو باہم

ایسا ارتباط ہے جیسے چراغ اور آئینہ مین وقت انعکاس نور ہوتا ہے علاوہ برین ایک اور قسم کے احکام ہین جن سے مقصود مضمون تذلل وتعبد نہین ہے اگرچہ یہان بھی بوجہ اطاعت تعبد لازم آجائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مرور دہور کے بعد حدود احکام متغیر نہ ہوجائین مثلاً اُن نمازون مین جن کے بعد سنتین پڑھی جاتی ہین یہ حکم ہوا کہ فرض وسنت کے بیچ مین فصل زمان ومکان کردینا چاہیے یعنی کچھ دعا مانگ لی یا ایک دو وظیفہ مسنونہ بعد الصلوٰۃ مثل آیۃ الکرسی وتسبیح وتحمید وتکبیر پڑھکر داہین بائین یا آگے پیچھے ہٹ کر سُنت ما بعد کو پڑھے علی ہذا القیاس قبل رمضان اور بعد رمضان متصل روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ادھر تاخیر سحور اور تعجیل افطار کی قید لگائی مقصود ان سب سے یہی ہے کہ رفتہ رفتہ حدود خداوندی مین افزائش ہوکر ایسی خرابی حسن صورت مجموعۂ احکام اسلام مین نہ آجائے جیسے سیر چاولون مین اُن کے اندازہ سے زیادہ گھی مٹھائی ڈالدینے سے خرابی آجاتی ہے یا فرض کیجیے کسیکے وجود مین آنکھ یا ناک وغیرہ اعضا مین سے کوئی عضو اُس کے وجود کے اندازہ سے زیادہ یا کسی انگرکھ کُرتہ وغیرہ مین آستین وغیرہ اجزاء معلومہ سے کوئی ٹکڑا اپنے اور اُس کپڑے کے اندازہ سے بڑھکر مجموعہ کی خوبی مین رخنہ انداز ہوجاتا ہے گو قطع نظر اُس سے کوئی مقدار اُن اشیا کے لیے معین نہ ہو مگر اس تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس باب مین اُسی کی رائے معتبر ہے جو اُس حسن وخوبی کے ادراک کا حاسہ بھی رکھتا ہو اندھا حسن صورت بنی آدم مین اس قسم کی رائے نہین دیسکتا جسکی زبان نہو اطعمہ کی خوبی یا خرابی مین لب کشا نہین ہوسکتا سو ظاہر ہے کہ سوائے انبیاء اس قسم کی بصیرت جس سے صورت مثالی مجموعہ احکام اس طرح معلوم ہوجائے جسطرح آنکھ سے ہمین تمہین صورت اجتماعیہ چشم وگوش وبینی ورخسارہ وغیرہ معلوم ہوجائے عطا نہین ہوئی ہملوگ اس باب مین اندھے ہین اور نیز اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان احکام کا محل وہی احکام ہین جن مین مراعات صورت حاصلہ ہے اور جس جگہ صورت پر نظر ہی نہین فقط معنی ہی مقصود ہین جیسے جہاد مین غرض اصلی اعلاء کلمۃ اللہ ہے دن کو ہو یا رات کو مشرق کی طرف ہو نہ ہو یا غرب کیطرف

تیر سے ہو یا بندوق سے سوار ہو کر کیجیے یا پاپیادہ تو ایسے احکام میں جو نسبت احکام سابقہ مطلقہ میں اور وہ اُن کی نسبت احکام مقیدہ و یہ اس نام کے سزاوار ہیں وہ اس نام کے احکام محافظت کی مداخلت نہیں ہوتے جب یہ بات مقرر ہو چکی تو ہم احکام محافظت کو احکام انتظامی اور احکام محافظت نام رکھکر عرض پرداز ہیں کہ ان احکام کو مقاصد اور وسائل کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے چراغ کے ساتھ فانوس ہنڈیا وغیرہ اور آئینہ کے لیئے چوکھٹا وغیرہ کو غرض یہ نہیں کہ احکام انتظامی کے سوا تمام احکام فطری ہیں بلکہ بعض ذرائع مقاصد بسبب بُعد مرتبہ کے باعث یا بوجہ خفاء عروض بالعروض بھی مرغوب بغیر مرغوب نہیں ہوتے ہاں اگر وسائل کو بھی منجملہ احکام محافظت کہیے اور وجہ تسمیہ میں تاویلیں کر لیجیئے تو البتہ یہ فرق صحیح رہیگا مگر اس صورت میں تفریعات میں اُن باتوں کی مراعات ضرور ہوگی جو متفرع علیہ میں ہوں۔

پانزدہم - عوام تو مصلحت وغیر مصلحت کو جانتے ہی نہیں اس بات میں اگر لب کشا ہوتے ہیں تو علما ہی ہوتے ہیں ہاں ہر فرقہ میں باہم فرق عموم و خصوص ہوتا ہے مگر سید صاحب نے یہ نہ لکھا کہ مصلحت مصطلح عوام کیا ہے اور مصلحت خواص سے مراد کیا جو اس باب میں نظر کی جاتی کہ اس انتساب میں بے ادبی لازم آتی ہے یا نہیں ہاں سچائی کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلحت مصطلح عوام کچھ ایسا امر ہوتا ہے جس میں دروغ یا دروغ گوئی کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جاتا ہے لیکن باین نظر کہ انتساب مذکور کی بھی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا یکساں حکم نہیں منجملہ اُن کی تعریضات بھی ہیں جنکی معنی مطابقی تو مخالف واقع نہیں ہوتے مگر اور مؤیدات مخالف واقع کی طرف کھینچ لیجاتی ہیں پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سبھی سے محفوظ رہے ہوں ہمکو لازم پڑا کہ اس باب میں ایک تحقیق مختصر بقدر ضرورت لکھیے سو سنیئے کہ بعض بعض افعال تو خیر باین معنی ہوتے ہیں کہ اُن کی وضع کسی امر خیر کیلئے ہوتی ہے سو جیسے آگ احراق و حرارت کے لیے اور پانی رطوبت اور ترطیب کے لیئے موضوع اور مخلوق ہوئی ہیں ایسی ہی نماز مثلاً تعظیم باری کے لئے موضوع ہوئی ہے جس کی خیریت میں کچھ تامل نہیں اور جسمیں اصلا شائبہ شر نہیں اور بعض افعال شر محض باین معنی ہوتے ہیں کہ انکی وضع کسی امر شر کیلیئے ہوتی ہے سو جیسے

قطع اعضاء تخریب بدن اور فساد جسم کے لیے موضوع ہے ایسی ہی ظلم و ستم آزار مردم اور زنا حد سے بیحیائی کے لیے موضوع ہوا ہے علیٰ ہذا القیاس اور افعال کو بھی دیکھیے مگر بعض افعال ایسے ہین جنکی حد ذات اور مرتبہ حقیقت مین نہ کوئی خوبی ہوتی ہے نہ کوئی برائی تو یہ اگر نتیجہ حسن کے وسیلہ و امر خیر کی ذریعہ ہو جاتی ہین تو منجملہ محاسن سمجھی جاتی ہین اور اگر کسی نتیجہ قبیح کی وسیلہ و امر شر کے ذریعہ ہو جاتے ہین تو منجملہ مساوی و ذمائم شمار کیے جاتے ہین مثلاً رفتار ابصار استماع وغیرہ کہ فی حد ذاتہ نہ امور حسن ہین نہ قبیح البتہ اگر رفتار مسجد کیطرف ہے تو منجملہ طاعات سمجھی جاویگی اور اگر شراب خانہ یا بتکدہ یا چکلہ کی طرف ہے تو سیئات مین داخل ہو جاویگی اور اگر کہین دونون مجتمع ہو جائین تو پھر غلبہ کا لحاظ کیا جائیگا مثلاً اجتماع رجال و نساء مساجد مین اگر موجب حصول برکات جماعت و مزید ثواب ہے تو اندیشہ فتنہ اور خوف تعلق خاطر کیجیے یا دیگرے بھی ساتھ ہی لگا ہوا ہے اس مین اگر مکان یا زمان مین جہت اولیٰ غالب ہوگی جیسے زمان برکت توامان حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ کمال زہد صحابہ و صحابیات و غلبہ ایمان ابنار روزگار اندیشہ فساد اگر تھا تو موہوم تھا تو ایسی اوقات اور امکنہ مین اجازت ہوگی بلکہ داخل سلسلہ محاسن ہو جائیگا۔ اور اگر کسی زمان و مکان مین جہت ثانیہ قوی نظر آئیگی تو حکم اول منعکس بہ ممانعت ہو جائیگا اور یہ فعل از قسم سیئات سمجھا جائیگا اب اس بات کا دیکھنا رہا کہ کذب و تعریض مین اگر قبیح ہے تو کس قسم کا ہے ہم دعوی کرتے ہین اور سب اہل عقل انشاء اللہ تعالےٰ تسلیم ہی کرینگے کہ کذب بمعنی گفتار مخالف واقع بذات خود قبیح نہین البتہ بلحاظ فریب یا بداعتقادی مردم جس سے اُن کا ضرر متصور ہے یا متیقن قبیح ہو جاتا ہے ہان کذب بمعنی فہم مخالف واقع قبیح ذاتی ہے۔ جس کو جہل مرکب کہتے ہین اس صورت مین اگر گفتار مخالف واقع کسی موقع مین خالی از مضرت ہو جائے یا اس کی ساتھ بعد خلو از مضرت کوئی منفعت بھی لگ جائے یا دونون مجتمع ہو جائین تو پھر یہ ممانعت جو کذب مضر کے لیے ہے بحال خود نرہیگی پہلی صورت مین تو بذات خود ایک لغو ہو جائیگا گو باین لحاظ کہ کذب کی عادت رہیگی تو عجب نہین کہ کذب مضر بھی صادر ہو اور اسوجہ سے یہہ عادت کذب مضر کی وسائل مین سے ہو جائیگی اور بالعرض قبیح کذب مضر اسپر عارض ہو جاویگا اور منجملہ قبائح شمار کیا جا سکتا ہے بہر حال قبیح آزار و اضرار مردم سے بالفعل یہ کذب خالی ہوگا اسکی مثال تو اُن جھوٹے قصے کہانیون کا مشغلہ سمجھیے اور دوسری

صورت یعنی جسمین بعد خلو از مضرت کوئی نفع بھی لاحق ہوجائے یہ کذب داخل حسنات ہوگا اسمین اگرچہ عاقل کو
کچھ شبہ نہین ہوسکتا لیکن بہر تسکین مثال بھی معروض ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور ترغیب ارشاد لیس الکذاب
الذی یصلح بین الناس اوکما قال خود اس بات پر شاہد ہی کہ کذب محمود ہے ہان اگر قرینہ مقام سے قطع نظر کیجئے
تو یون کہہ سکتے ہین کہ اسمین اگر نفی ہے تو کذب یعنی اُسکے قبح کی نفی ہے جس سے اُس کا سیئہ اور معصیت نہونا ثابت
ہوتا ہے طاعت ہونا ثابت نہین ہوتا۔ لیکن اس بات کا اگر لحاظ کیا جائے کہ یہ ارشاد اُس تردد اور توہم کی
مدافعت کیلئے ہی جو بوجہ ذہن نشین ہوجانے خرابی کذب کی ایسی اصلاحون سے مانع ہوجاتا ہی جو بیان خلاف واقع
پر موقوف ہو تو پھر یہ ارشاد مسوق لاجل المدح ہی ہوگا اور تیسری صورت مین غلبہ و قوت جہات متعارضہ
پر نظر رکھنی چاہیے اگر جہت منفعت غالب ہی تو منجملہ نافعات اور جہت مضرت غالب ہی تو منجملہ مضرات
سمجھا جائیگا پھر اگر منفعت دینی ہی تو حسنات دینی مین شمار کیا جائیگا اور منفعت دنیوی ہے تو حسنات
دنیوی مین شمار کیا جاویگا مثلاً اطعام طعام یا تعلیم علوم دنیوی پر منفعت دنیوی اور راحت دنیوی متفرع
ہوتی ہی اور تعلیم و تلقین علوم دین پر راحت دینی تو اول حسنات و احسانات دنیوی دوم حسنات و احسانات
اُخروی ہین اور تزکیہ و تہذیب قلب جو بغرض انبعاث محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی راحت اُخروی
مین سے ہونگے اور اس تفاوت کی وجہ سے اول کو ثانی سے کچھ نسبت نہوگی مشروعیت قتال کفار اور اُس کا
حسنات مین داخل ہوجانا اسی قسم مین سے ہی۔ کیونکہ قتال مذکور و قطع عضو فاسد جسمین خیر خواہی بدن باقی
ظاہر ہے منجملہ رفاہ باقی مخلوقات سمجھا گیا جب اسقدر آزار مقتولین دفع فساد کے لیے ثواب مستحسن ٹھہرا
تو کذب صریح جسمین کفار کو دھوکا دینا مد نظر ہو بغرض دفع فساد و اعلاء کلمۃ اللہ کیونکر
مستحسن نہوگا۔ اس کا آزار اُس آزار سے جس سے بڑھکر کوئی آزار دنیا وی نہین یعنی قتل کچھ
نسبت نہین رکھتا جب عرض مذکور پر وہ جائز ہوا تو یہ کیونکر نہوگا اور وہ حسنات مین سے ہوا
تو یہ کیونکر نہوگا یہ مسلم کہ دفع فساد قتال مذکور سے حاصل ہوتا ہے اور کذب فے الحرب جو
بطور خدیعہ کام آتا ہے چنانچہ ارشاد ہے الحرب خدعۃ بغرض سہولت دفع فساد مطلوب ہے
اس لیے تا مقدور کذب صریح جائز نہ ہوگا تعریضات سے کام لیا جاویگا بلکہ انبیاء کرام اگر تعریضات کو

بھی مکروہ سمجھیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے مترشح ہے تو کچھ عجب نہیں ہاں جس جگہ دفع فساد خود کذب پر ہی موقوف ہو جیسا کبھی اصلاح بین الناس میں ہوتا ہے تو پھر یہ تامل بیجا ہی بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت باین معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہی اور انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں پھر تیسر تعریضات جو واقع میں اقسام کذب میں سے نہیں ہوتی بلکہ مشابہ کذب ہوتی ہیں ہرگز مخالف شان نبوت نہیں ہو سکتے علی ہذا القیاس کسی امر مستحب کا اس لحاظ سے ترک کر دینا کہ اُس میں کوئی فساد عظیم جس کا وزن منفعت استحباب سے بڑھ جائیگا پیدا ہوگا اگرچہ بظاہر مستلزم ایہام مخالفت واقع ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کسی بات کو ترک کر کے ایک انداز کو اختیار کر لینا اس جانب مشیر ہے کہ یہی انداز مستحسن ہے اور امر متروک غیر مستحسن اور یہ امر بوجہ ایہام مخالف منجملہ دروغ سمجھا جاتا ہے ہرگز مخالف شان نبوت نہیں بلکہ موافق شان نبوت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خانہ کعبہ کو بطور سابق رہنے دینا اور منہدم کر کے بنائے ابراہیمی پر نہ بنانا اور دہلیز کا زمین سے نہ لگا دینا اور دو دروازے ایک شرقی ایک غربی نہ بنانا۔ حالانکہ آپ کے کلام سے اسی جانب رغبت ٹپکتی تھی اور آپ کی رغبت خود ایک دلیل استحباب ہے فقط اسی وجہ سے تھا کہ اس منہدم کرنے میں جاہلان اُمت سے جو اخیر میں بکثرت مسلمان ہو گئے تھے یقین ارتداد و مخالفت تھا سو آپ نے سمجھا کہ اس تغیر و تبدل میں اتنا نفع نہوگا جتنا نقصان ہوگا اس تغیر و تبدل میں تو فقط اتنا ہی نفع ہی کہ وقت طواف و دخول خانہ سہولت رہیگی اور خانہ کعبہ حالت اصلی پر آجاویگا اور ظاہر ہے کہ اس میں کچھ ترقی دین نہیں جو انبیا علیہم السلام کا اول کام ہے۔ ہاں نقصان اتنا کچھ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو اُس سے زیادہ کوئی نقصان نظر نہیں آتا وہ کیا ہے ارتداد جم غفیر ہے جو بالکل مخالف غرض نبوت ہی۔ اور پھر مخالفت بھی شدید انبیا۔ لوگوں کے مسلمان کرنے کے لیے آتی ہیں یہاں اُلٹا اور کفر بعد اسلام لازم آتا تھا الغرض انبیاء علیہم السلام کو اُن اُن امور میں جو بذات خود نہ حسن ہوں نہ قبیح منافع و مضار پر نظر رہتی ہی۔ پھر جیسے مزاج انسانی کے گرم سرد کہنے میں باوجود موجود ہونے اربع عناصر کے غلبہ عناصر پر نظر ہوتی ہے اسی طرح

درصورت تعارض منفعت ومضرت غلبہ کا اعتبار کیا جاویگا - چنانچہ خداوند کریم نے بھی تحلیل وتحریم
مین اسی پر نظر فرمائی ہے فرماتے ہین فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا
ہان کبھی یہ ہوتا ہی کہ ایک شی اکثر مظہر مضرت ہوتی ہی اور مظہر منفعت فقط گاہ وبیگاہ ہو جاتی ہی جیسے کذب اکثر اس سے مضرت
ہی نکلتی ہے تسپر کلام جس غرض کے لیے موضوع ہوا ہے یعنی اظہار ما فی الضمیر منفعت ہو یا مضرت
کذب اسکے مخالف واقع ہوتا ہے تو ایسے مواقع مین اندیشہ مخالفت ابنائے روزگار رہتا ہے اور یہ مخالفت
موجب تنزل دین وخرابی انتظام دین ہو جاتی ہے اسلیے انبیاء کرام تا مقدور تعریضات سے محترز
رہتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ کارپردازان کارخانجات رفاہ کو جنکی درستی ایک عالم کے اجتماع پر موقوف
ہو جیسے مثلاً مدرسۃ العلوم لازم ہے کہ ایسی باتون سے پرہیز کرے کہ عوام اہل اسلام کے تنفر کا باعث
ہو قطع نظر حرمت وکراہت ذاتی کے ایسے شخص کو بہت سے محرمات ومکروہات کے استعمال سے
ایسی خرابی کا دیکھنا پڑے گا جس کے باعث اپنی امید دیرینہ سے دست برداری اور محرومی کا کھٹکا
ہے بالجملہ انبیاء علیہم السلام کے کارین اگرچہ ریاکاری نہین ہوتی یعنے دنیا کے مقاصد کو پیرایہ دین سے
طلب نہین کرتے پر اس مین بھی شک نہین کہ دانشمندانہ ہوتے ہین جاہلانہ نہین ہوتے سو اگر
اسی مصلحت اندیشی کی تجویز پر اندیشہ کفر ہے تو یہ عین ایمان کی باتون پر کفر کا فتوی دینا ہی
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه - اسکے بعد یہ گذارش
ہے کہ بحث مباحثہ اپنا شیوہ نہین خواہ مخواہ کسیکی بات مین دخل دینے کی عادت نہین اور ہوتی بھی
تو کیا ہوتا حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایت ہوی متبعا وشحا مطاعا ودنیا موثرۃ واعجاب
کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العوام اولما قال اس زمانہ مین مستحسن بھی
ہے کہ کتنی ہی بڑی زبان کیون نہو پر اپنے مونہہ مین لیے بیٹھے رہنا چاہیے کیونکہ جو سامان خیرخواہی کے
موثر ہونے کے ہین وہ یکلخت مفقود ہو جاتے ہین اور جو سامان اُلٹے تعمد کے ہین ایسے اوقات مین
سب فراہم نظر آتے ہین - اس صورت مین موافق فرمودہ موسن ؎ غرض ایمان سے ضد اس غارتگر دین کو
ٹھیری ہی تجھسے ای موسن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا ؏ اُلٹا ترقی باطل کا کھٹکا ہوتا ہے - بالجملہ یون تو یہ کھٹکا

ہمیشہ ہی ہوتا ہے پر آجکل پہلے سے زیادہ باتین نظر آتی ہین قدیم سے لیکر آجتک جو یہ رہا کہ ایمان کم اور کفر زیادہ تو اُس کا باعث یہ تہا کہ خواہش کا غلبہ بخل کا زور دنیا کی آخرت سے رغبت زیادہ رہے پھر ہر شخص اپنی عقل پر نازان اسلیے باوجود اس کے کہ اسلام کے لیے کتابین نازل ہوئین پیمبر آئے معجزے دکھلائے اولیا کی کرامتین علما کے دلائل نے حق و باطل کو ظاہر کر دیا ثواب عقاب کے وعدہ وعید سے بتلایا ڈرایا مطیعون کو دنیا مین غالب مخالفون کو مغلوب کیا۔ اور کفر کیلیے ان سامانون مین سے ایک بھی نہ تھا کفر ہی زیادہ رہا اسلام کبھی عالم مین زیادہ نہوا حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ وہ احسان کیا کہ کسی صاحب قوم نے اپنی قوم کے ساتھ نہ کیا ہوگا یعنے عذاب شدید اور قید فرعون سے چہڑا کر بادشاہ روی زمین بنا دیا تسپر وہ اولوالعزمی اور توجہ اور ایسے ایسے معجزے کا ہیکو ہوتے ہین ادھر توافق ملت اور بھی اطاعت کے لیے مؤید لیکن بااینہمہ تسلیم احکام مین یہ دقت تھی کہ پہاڑون کو سر پر اُٹھا اُٹھا معلق کرنا پڑتا تھا مگر سامری کے ایک کرشمہ بے معنی پر جو ایک صوت مہمل تھی نہ سوال تھا نہ جواب تھا دم کے دم مین سب لٹو ہوگئے حالانکہ وہ کرشمہ بے معنی بھی حضرت موسی علیہ السلام کا طفیل تھا نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اُن کی مدد کے لیے آتے نہ اُن کے اسپ مادہ کی خاک سم کی تاثیر دیکھکر سامری اُس خاک سے اپنا کام لیتا وجہ اس برعکسی کی اور کیا ہے یہی ہے کہ یہ چار باتین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی منشا کی ترقی کی مانع اور سامری کی ترقی منشا کے لیے مؤید تھین جس مین سے اپنی عقل پر اعتقاد کر لینا جس کو بصیغۂ اعجاب کل ذی رائے برایہ ادا کیا ہے خیر خواہی کے بے کار جانے کا سبب اعظم ہے اسوجہ سے اس زمانہ مین ایسی باتون مین مغز زنی بیہودہ نظر آتی ہے مگر کچھ آپ کا اصرار کچھ مولانا محمد یعقوب صاحب کا ارشاد کچھ جناب سید صاحب کے اخلاق و الطاف کی شہرت نظر برین دردمندی و محبت اسلام نے جو ہمت والون اور خیرخواہان عالم کے ساتھ زیادہ ہونی چاہیے رہنے ندیا۔ پرسون یہ خط ملا تھا بعد ظہر جواب شروع کیا تھا۔ اوقات مختلفہ مین لکھ لکھکر اسوقت مابین ظہر و عصر تمام کیا پر یہ سوچتا ہون کہ یارب اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

میرے تغییر و تبدیل و الحاق و تغلیط صحیح سے دیکھیے سید صاحب راضی ہوتے ہین یا ناخوش ہوکر درپے تردید قلم اُٹھاتے ہین - مگر مین نے بھی ٹھان رکھا ہے کہ ایسے جھگڑے مین پڑ کراپنی اوقات خراب نہ کیجیے - ہان اگر آثار انصاف پرستی جناب سید صاحب کی طرف سے نمایان ہوئے اور بحکم اَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ اپنے خیالات سابقہ و حال مین مجھسے بھی مشورہ کرینگے تو انشاء اللہ حسب ارشاد المستشار مؤتمن مشورہ خیر سے دریغ نہ کرون گا مگر جب اپنی حیثیت اور انکی وجاہت پر غور کرتا ہون تو یہ خیال ایک آرزوی خام نظر آتی ہی - اور خود مجھکو اپنے اس جنون پر ہنسی آتی ہے خیر ہرچہ بادا باد اب تو آپ کی خدمت مین اس مسودہ ہی کو ارسال کرتا ہون پر بنظر مصلحت چند در چند یہ گذارش ہی کہ آپ بہت جلد ان اوراق کی نقل کرا کر مقابلہ کر کے نقل کو جناب سید صاحب کی خدمت مین روانہ کردین اور اس اصل کو بجنسہ بہت جلد میرے پاس واپس بھیجدین اور میری طرف سے بعد سلام یہ گذارش کر بھیجین کہ اگر اثناء تحریر مین کوئی کلمہ مخالف طبع بوجہ جہل و غفلت مجھسے سرزد ہوگیا ہو تو معاف فرمائین کہ ہم قصباتی انداز گفتگو سے خوب واقف نہین باقی یہ آپ کا ارشاد کہ اجتماع اقرار توحید و کفر منجملہ محالات ہے بجا ہے کیونکہ یہ ایسا اجتماع ہے جیسا فرض کیجیے کسی روح مین حیوان ناطق اور حیوان ناہق دونون مجتمع ہوجائین سو کون نہین جانتا کہ یہ اجتماع از قسم اجتماع الضدین ہے پر اس مین بھی شک نہین کہ روح انسانی کا صورت حمار و سگ و خوک مین آجانا اور ویسی ہی ارواح کو ایسے اجسام کی ساتھ متعلق کردینا جس طرح ممکن ہے اسی طرح ایمان کا صورت کفر مین ظہور کرنا اور کفر کا صورت ایمان مین ظاہر ہونا بھی ممکن ہے اور اسی طرح کے ظہور کے بعد جیسے روح انسانی کو بوجہ صورت و جسم حیوانی سگ و خوک و خر کی اقسام مین سے شمار کیا جاتا ہے اور مثل حیوانات مذکورہ اس سے بھی ہر کسی کو نفرت ہوجاتی ہے اور تمام یا اکثر معاملات اس وقت اُس کے ساتھ ایسے ہی کیے جاوین گے جیسے اور حیوانات کے ساتھ کیے جاتے ہین اگرچہ یہ جانتے ہون کہ اس جسم کے پردہ مین روح انسانی مستور ہے ایسی ہی اُس اسلام و ایمان کے ساتھ جو پیرایۂ کفر رکھتا ہو خداوند بے نیاز و جمیل کو بمقتضاے اَللّٰہُ

جمیلٌ یُحِبُّ الجمالُ ایمان کی بُری صورتون کو پسند نہین کرتا نصرت ہوجاویگی اور تمام یا اکثر معاملات وہی کیے جاوینگے جو کفرِ حقیقی کے ساتھ کیے جاتے ہین زیادہ حکمت بلقمان آموختن ہست اللّٰہُ یَہدِینا وَاِیّاکُم اِلیٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ وَاللّٰہُ یَہدِیْ مَن یَّشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّستَقِیم +

بعالیخدمت جناب سید احمد خانصاحب عافاہ اللّٰہ وایّای فی الدنیا والاٰخرہ

کمترین ہیچمدان محمد قاسم بعد سلام مسنون گذارش پرداز ہے کہ کل دوشنبہ کے دن دیوبند سے آپ کا وہ عنایت نامہ جس مین تیرہ سوال متعلق زمین وآسمان تھے اس ہیچمدان کے پاس پہنچا اور باعث حیرت ہوا وجہ سوال دیرتک سوچی کچھ سمجھہ مین نہ آئی تسپر آپ جیسے عاقل وفہیم وواقف کار کلام اللہ وحدیث کیطرف سے ان سوالون کا آنا اور بھی تعجب انگیز ہے جی تو یہی چاہتا تھا کہ کیون اس جھگڑے مین پڑیے اور اپنی اوقات کو خراب کریے پر آپکی عنایتون کی مکافات تھوڑی بہت ضروری سمجھکر جواب سوالات بتفصیل تو نہین لکھتا ہان بتقریب جواب خط کچھ اشارہ کیے جاتا ہون جناب سید صاحب اپنا تو یہ مشرب ہے اور آپ غور فرمائین گے تو آپ بھی انشاء اللہ ہماری ہی راہ لین گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم زبان ولغات کے لیے تشریف نہین لائے بلکہ اُسی زبان کے محاورات مین امتیون کو تعلیم فرمایا ہے جو اُن کی اصلی زبان ہوتی ہے خود خداوند کریم فرماتے ہین وَمَآ اَرسَلنَا مِن رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَومِہٖ اس صورت مین سماء اور ابواب کے معنی جو کچھ زبان عربی مین ہونگے وہی لینے ضرور ہون گے ہان ہر زبان مین جیسے حقیقی معنون مین الفاظ کو استعمال کرتے ہین اور بے تکلف اُن الفاظ سے وہ معانی مراد لیتے ہین تنبیہ اور قرینہ کے محتاج نہین رہتے ایسے ہی بعض اوقات بہدایت قرائن معنی مجازی بھی مراد لیتے ہین مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ اس صورت مین معنی مجازی کا لینا خود معنی حقیقی کی تحقق کی دلیل ہوگا۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ علیٰ ہذا القیاس ابواب اور اعداد مثل خمس مائۃ اور ستین اور سبعون وغیرہ الفاظ سے معانی وہی مراد لیے جائین جو معانی عرب کے لوگ ان سے مراد لیتے ہین اور یا ین خیال کہ میری یا تمہاری

خیال مین یہ باتین اور یہ مضامین بعض بڈھا مذہ سمجھ مین آئے ہون اُن معانی مین انحراف نہ چاہیے آپ ہی فرمائین کہ آپ کی اور ہماری عقل اور دانش ہی کیا ہے جسکی بنا پر خدا کی مصنوعات مین رائے لگانے کو تیار ہون ہمارے وجود مین جسقدر اجزا رہند ہین اُنکی حقیقت اور اُنکی غرض آجتک ہمکو معلوم نہین ہوئی اور اگر ایک دو کی نسبت کوئی سخن ناتمام کسی نے کہہ ہی لیا۔ تو کیا ہوا اس ساری عالم کے اجزا اور ارکان ہمکو کیا معلوم ہونگے۔ اور پھر اُنکے حقائق اور اغراض کی کیا اطلاع ہوگی اس لیے کلام شارع مین جس امر کی خبر یا جس حقیقت کی اثر کا ذکر ہو ہمکو بے تامل ماننا ضرور ہے ہان مراتب اختیار کے موافق مراتب تسلیم و ایمان کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے مگر چونکہ ادنی درجہ کے روایت حدیث سے بشرطیکہ کسی اعلی درجہ کی روایت یا اپنی کسی مساوی ہی درجہ کے معارض نہ ہو بڑے بڑے مورخون کی روایتون سے زیادہ قابل اعتبار ہے اسلیے کہ محدثین نے جن شرائط کو روایت مین ملحوظ رکھا ہے اورون سے اُن کا لحاظ نہ ہو سکا اور نہ اُنکے راوی حدیثون کی روایت کو پہنچین وہ ضعیف ہی کیون نہ ہون تو اسلیے فرق مراتب مذکور اگر کچھ اثر کرے گا تو اہل ایمان کے حق مین اعتبار ہی کے مراتب کے بڑھانے گھٹانے مین اثر کرے گا موجب بے اعتباری نہوگا۔ بہر حال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہے جسقدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہیے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے بڑھکر بھی سمجھا ہے تو اُس کی یہ وجہ ہے کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہے۔ اس صورت مین حدیث ضعیف سے قیاس بڑھکر رہا وہ حدیث صحیح یا متواترات اُس سے بڑھکر ہے اگر خدا اور رسول کیطرف جھوٹ بولنے کا احتمال ہو یا قدرت خدا کے سامنے ایسے ایسے اُمور عظام کا پیدا کرنا محال ہو تو البتہ ایسی باتون مین تامل کی گنجایش ہے مگر آپ ہی فرمائیے کہ ان باتون مین سے کونسی بات محال ہے خداوند قدیر ایسے سات جسم جن کا دل تو یان پان سو برس کی مسافت کے برابر ہے اور وسعت کو خدا جانے نہین بنا سکتا یا اُن مین پانسو برس کی مسافت کیموافق فاصلہ نہین رکھ سکتا اور یا آفتاب اور قمر کا اپنی خیز سے حرکت کرنا محال ہے۔ یا آسمانون مین دروازون کا ہونا منجملہ ممتنعات ہے یا سات زمینین مثل سات توپ کے گولون کے جدی نہین بنا سکتا یا اُن کے بیچ مین پان پانسو برس کا فاصلہ نہین رکھ سکتا

یا اُن مین آبادی نہین ہوسکتی ممکن اور محال کی تعریف کو اِن امور پر مطابق کر کے دیکھیے معلوم نہ ہو تو پوچھیے
ہان اتنی گذارش ملحوظ رہے کہ محال و ممکن کی تعریف کسی کسیکو معلوم ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ بڑے
بڑے آدمی اکثر ممکنات کو محال سمجھ بیٹھے مگر پہلے سے کسی کی نسبت یہہ گمان کر لینا کہ وہ سمجھتے نہونگے
کسی عاقل کا کام نہین اور نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ خاتم النبیین سے یہ بات بالیقین سمجھنی ضرور ہے
کہ عالم مین اس زمین کو لی نبی ہو یا کسی اور زمین سب آفتاب ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اسی طرح مستفید ہین جیسے آفتاب سے آئینہ مستنیر یا قمر منیر یا نیرات افلاک یا ذرّات خاک یعنی جیسے
در و دیوار و قابل آئینہ مستنیرہ کے نور معدن کی تجسس کرتے ہین تو فرض کر دآئینہ پر نظر پڑتی ہی اور اُسکے نور
کے بعد معدن کو ڈھونڈھتی ہے تو آفتاب تک پہنچتی ہین اور پھر آفتاب پر سیر ختم ہو جاتی ہے یہ نہین
کہہ سکتے کہ آفتاب کا نور کہین اور سے اسی طرح آیا ہے ایسے ہی اور انبیاء کی نبوت تو آپکی نبوت کا پرتو ہے
پر آپکی نبوت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بات کو آپکے دین کا ناسخ الادیان اور آخر الادیان ہونا اسطرح
لازم ہے جیسے آفتاب کے نور کا اور انوار کو محو کر دینا یا کھیتی مین بال کا سب مین پیچھے ظاہر ہونا اس بات
کی تحقیق زیادہ مطلوب ہو تو رسالہ تحذیر الناس مؤلفہ احقر مطبع صدیقی بریلی سے منگا دیکھیے اسوقت
اور نبیون مین جو انبیا آپ کے مشابہ ہونگے اُنکی مشابہت ایسی ہوگی جیسے عکس آفتاب جو آئینہ مین
ہوتا ہے۔ ہو بہو آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے اور پھر سب جانتے ہین کہ آفتاب اصل ہے اور عکس
آفتاب اُسی کا پرتو اور نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ جیسے آگ کو دیکھکر حرارت کی نسبت بھی یقین
ہو جاتا ہے اسی طرح حرارت کو کہین پا کر آگ کا تیقن کم فہمی کی نشانی ہے یہ جُدی بات رہی کہ حرارت
کے لئے جیسے آفتاب سبب ہو سکتا ہے ایسے ہی آگ بھی سبب ہو سکتی ہے سو طلوع و غروب
صیف و شتا خسوف و کسوف کا حساب جیسے اس صورت مین راست آجاتا ہے کہ آفتاب کو ساکن
مانیے اور زمین کو متحرک رکھیے ایسے ہی اس طرح بھی برابر آتا ہے کہ آفتاب کو متحرک کہیے اور زمین کو ساکن
تجویز کیجیے علیٰ ہذا القیاس اگر آفتاب کیلئے حرکت سالانہ ہو۔ اور زمین کیلیئے حرکت وضعی مخالف جہت
حرکت آفتاب ہو تب بھی یہی ثابت ہے اور اگر دونون کو متحرک فی المدارین رکھیے پر ہر ایک

کی جہت جدی ؑ اور سُرعت وبطو مین یہ حساب ہو کہ جتنی دیر مین بطلیموسیون کے نزدیک آفتاب اپنا دورہ پورا کرتا ہی اُس سے دو چند دیر تو اُسکے لئے رکھیے اور جتنی دیر مین فیثا غورسیون کے نزدیک زمین اپنی حرکت وضعی پوری کرتی ہے اُس سے دو چند دیر اُسکے لیے لکھی تو یہی ہی حساب برابر آئی اور اگر سرعت و بطو مین اس تفاوت کے سوا اور تفاوت تجویز کیجیے پر جتنا ادھر گھٹتا ہو اُدھر اُتنا ہی بڑھا دیجے مثلاً یہ چالیس گھنٹہ مین دورا پورا کرے تو وہ چھبین مین حرکت مجوزہ طرفین سے کسی کی حرکت زیادہ سریع ہو تو پھر ہزار ہا احتمال نکل آوینگی اس صورت مین بہ یقین احتمال واحد بالیقین اُس سے بھی زیادہ نادانی کی بات ہے کہ کسی پتھر کی فقط حرارت کے وسیلہ سے آگ کا تعین کر لینا کیونکہ وہان دو تین ہی احتمال تھی یہان غیر متناہی احتمال ہین۔ ہان جیسے آگ کے وسیلہ سے پتھر کی حرارت کا یقین اپنی آنکھ کے بھروسے یا کسی مخبر صادق کے بھروسے کر سکتے ہین ایسی ہی تعین احتمال واحد یعنی حرکت آفتاب بوسیلہ قرآن شریف یعنی جہت یسبحون وغیرہ اور نیز احادیث کثیرہ کر سکتے ہین باقی اس سے زیادہ گفتگو کرنی کہ پھر زمین بالکل ساکن ہی ہے یا کوئی حرکت اس کی بھی ہے اور کواکب مین آبادی ہی ہے یا نہین اور زمین ٹھوس ہے یا اسکے بیچ مین کچھ خلو یا آبادی بھی ہے اور آسمان محیط عالم کروی یا بیضوی ہے یا مثل تختہ مسطح ہے ایک وسیع چیز اور سیارہ مین سے ہر ایک کے لئے آسمان ہے یا ایک ہی مین مرکوز ہین یا کسی مین مرکوز نہین تو اُن مین افلاک جزئی ہین یا آسمان کا ثخن ایک جسم سیال ہے اور اسی وجہ سے کواکب اس طور سے متحرک ہین کہ قرب و بعد مشہودہ صحیح ہو جاتا ہے اور با اینہمہ مثل آب حوض کہ باوجود تحرک و سیلان کے مجموعہ کا حیز وہی رہتا ہے آسمان بھی اپنے حیز سے نہین نکل جاتا علی ہذا القیاس یہ بات کہ اُن دروازون مین کنڈے زنجیر بھی ہین یا انگریزی کھٹکے ہین اور ایسی ہی یہ بات کہ کواکب تمام بالذات روشن ہین یا بالعرض یہ ساری باتین ہماری توجہ توغل کے قابل نہین کیونکہ امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کی طرف سے کوئی تصریح نہین ہان عرش کرسی مین بعضے الفاظ اس جانب مشیر ہین کہ یہ دو چیزین ہفت آسمان سے علیحدہ ہین اور بعض الفاظ اس جانب

موہم ہین کہ انہین مین دوکانام عرش کرسی ہے مگر چونکہ اس باب مین شارع کی طرف سے نہ کوئی تصریح ہے نہ تکلیف عقیدہ براہ استدلال اسلیے نہ آپ کو اس باب مین سوال مناسب ہے نہ ہمکو جواب واللہ اعلم بالصواب بالجملہ جیسے اس جملہ مین کچہری کھل گئی یا اس کا دروازہ کھل گیا بعد استماع اور علم وضع حاجت تحقیق نہین رہتی کہ دروازہ سے کیا مراد ہے اور کچہری کی کیا حقیقت اسی طرح نصوص شرعیہ معلوم الوضع غیر متشابہ اور متشابہ کو سنکر اُن کے معانی یا حقیقت مین متامل ہونا آپ سے عاقلون کا کام تو کیا جاہلون کا کام بھی نہین اور جو بات شارع کی طرف سے بیان ہوئی اور احتمالات عقلی اسمین گوناگون ہون اُسکی تحقیق بغرض عقیدہ محض تضیع اوقات اور اگر خدانخواستہ یا س سخن ہے اور آپ سے عاقلون کو کاہے کو ہوگا تو اسوقت نہ پوچھنے سے کچھ فائدہ نہ بتلانے سے کچھ نفع والسلام فقط شکر ہے کہ سید احمد خانصاحب کے خط کا جواب ختم ہوا۔ تمت بالخیر

جواب مولوی محمد قاسم صاحب کا در باب تقلید و تراویح آٹھ رکعت اور پڑھنا ضاد کا بمخرج ظا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدمت مین علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کوہ لنڈھورہ پرگنہ ضلع بجنور کا رہنے والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بمخرج ظا پڑھو ورنہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آٹھ رکعت پڑھو بیس رکعت پڑھنا فضول ہے اور تقلید کسی امام کی نہ کرنا چاہیے جس حالت مین کہ چارون مذہب درست ہین پھر امام اعظم رحمۃ اللہ کی تقلید سے کیا فائدہ ہے جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرما کر ارسال کرین کہ اُس شخص کو جواب دیا جاوے۔

جواب- مخدوم من میان جی گھیسا صاحب سلامت - بعد سلام یہ گزارش ہے کہ مین پرسون تیسرے روز پیر کے دن دیوبند سے یہان اپنے وطن مین پہنچا آپ کا خط ملا دیکھکر رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہے کہ آجکل جس طرف سے صدا آتی ہے یہی آتی ہے کہ وہان مسلمانون مین اختلاف ہے وہان نزاع ہے کہین سے اتفاق کی خبر نہین آتی ہان کفار کے جتنے افسانے سُنے جاتے ہین

ہی سنے جاتے ہین کہ یون اتفاق ہے اس طرح اتحاد ہے خیر بجز اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے
اور کیا کہیے آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہے اسیے جواب لکھتا ہون ورنہ ایسے جھگڑون مین دخل
دینا محض فضول سمجھتا ہون۔ جناب سن جیسے بے محل جائے تے اور دال کی جگہہ ذال اور جا کے
بدلے خا اور شین کی عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مکان میم نہ کوئی پڑھتا ہے نہ کوئی
جائز سمجھتا ہے اور ادنی سے لیکر اعلیٰ تک ہر کوئی اس بات کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر
ظا پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی برائی خود
کلام اللہ مین موجود ہے پھر معلوم نہین آجکل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہدیتے ہین اور
اہل اسلام کیون ایسی بات تسلیم کر لیتے ہین مگر شاید عوام فتوون کی مہرون کو دیکھکر بہل جاتے ہین اور
یہہ کون جانے کہ کتابون کا سمجھنا اور فتوون کا لکھنا ہر کسی کو نہین آتا۔

اب تقلید کی بات سنیئے لاریب دین اسلام ایک ہے اور چارون مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی یا
ڈاکٹری انگریزی ایک ہے اور سارے طبیب کامل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق معالجہ
ہے اور پھر وقت اختلاف تشخیص اطبا یا مخالفت رائے ڈاکٹران جس طبیب کا علاج یا جس
ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہے ہر بات مین اُسی کا کہنا کیا جاتا ہے دوسرے طبیب کی یا دوسرے
ڈاکٹر کی رائے نہین سُنی جاتی ایسے ہی وقت اختلاف ائمہ مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع
کیا جائے ہر بات مین اُسی کی تابعداری ضرور ہے ہان جیسے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا علاج
چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہین اور پھر بعد رجوع ہر بات مین دوسرے کا اتباع
مثل اول کیا جاتا ہے ایسے ہی کبھی کبھی بعض بزرگون نے زمانۂ سابق مین کسی وجہ سے ایک مذہب
چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات مین دوسرے ہی کا اتباع
کیا یہ نہین کیا کہ ایک بات ان کی لی اور ایک بات اُن کی لی۔ اور اِس
تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچوان انداز گھڑ لیا امام طحاوی جو بڑے محدث اور فقیہہ ہین پہلے
شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے بالجملہ بے تقلید کام نہین چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کڑورون عالم

ومحدث گزر گئے پر مقلد ہی رہے امام ترمذی کو دیکھیے کتنے بڑے عالم او فقیہ اور محدث تھے ترمذی شریف کو دیکھہ لیجیے جب ایسے ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی رہے امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کونسا عالم ہوگا جسکے ذمہ تقلید ضروری نہو اور اگر کسی بڑے عالم نے اماموں کی تقلید نہ کی ہی تو کیا ہوا اول تو کروڑوں کے مقابلہ مین ایک دو کی کون سنتا ہے جس عاقل سے پوچھو گے یہی کہیگا کہ جسطرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی با اینہمہ یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ اس بات مین عالمون کی چال ہم اختیار کرین یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مریض جاہل کسی طبیب کو مرض کے وقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دوسرے طبیب سے دوا نہین پوچھتا یہ دیکھکر یہ بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبون سے کام نرکھے تم ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائین گے یا بیوقوف سو ایسے ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھکر جاہل اگر تقلید چھوڑ دین تو یون کہو علم تھا یا نہ تھا عقل دین بھی دشمنون ہی کو نصیب ہوئی اور جاہلون کو جانے دیجیے آجکل کے عالم یقین جانیے کُل نہین تو اکثر جاہل ہی ہین - بلکہ بعض عالم تو جاہلون سے بھی زیادہ جاہل ہین دو کتابین اُردو کی بغل مین مار کر وعظ کہتے پھرتے ہین اور علم کے نام خاک بھی نہین جانتے - کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالب علم کو پڑھا سکے باقی رہی تراویح اُس مین جو آجکل کے ملانون نے تخفیف نکالدی ہے یعنی بیس کی آٹھہ کر دی ہین تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آتی ہی پر یہہ بات کوئی نہین سمجھتا کہ آٹھہ رکعتین جو حدیث مین آئی ہین تو وہ تہجد کی رکعتین ہین تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز تراویح کی بیس ہی رکعتین ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین ہزار ہا صحابہ تھے اُس زمانے سے لیکر آجتک کسی نے بیس رکعت مین کچھہ حجت نہ کی تھی مگر آجکل ایسے آن پڑھ اُمی عالم پیدا ہوئے ہین کہ اُنھون نے حضرت عمرؓ اور صحابہ کی بھی غلطی نکالی سبحان اللہ یہ مونہہ اور مسور کی دال باقی یہ کہنا کہ عمرؓ سے پہلے بیس رکعتین

نہین پڑھتے تھے یہہ خیال خام ہے یہ بات اتنی بات ہے کیونکر نکل آئی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بیس کا اہتمام شروع ہوا دیکھیے پہلے زمانہ مین نکاح ثانی کا اسلیے چندان اہتمام نہ تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھتے تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر خیر کو آجکل معیوب سمجھنے لگے اُنھون نے اس کا ذکر اپنی تصانیف مین کیا آخر کار اُن کی اولاد اور اُن کے شاگردون نے اسکو جاری کرنے مین کمر باندھی مگر اسکے یہ معنی نہین کہ یہ نکاح ثانی شاہ ولی اللہ اور اُن کے خاندان کا ایجاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات نہین ایسے ہی بیس رکعت کو حضرت عمرؓ اور اُن کے زمانے کے صحابیون کا ایجاد نہ سمجھیے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھیے ورنہ اس کے یہ معنی ہوے کہ حضرت عمرؓ سنی نہ تھے اُن کے زمانہ کے صحابہ سنی نہ تھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مٹا دیا۔ اپنی سنت جاری کر دی۔ اب تمہین فرمائیے حضرت عمرؓ اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا برا سمجھنے والا کون ہوتا ہے؟ میان جی صاحب! حضرت عمرؓ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثون مین موجود ہے ایک دو حدیث لکھے دیتا ہون انہین مولوی صاحب سے اُن کا ترجمہ کرا لینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہین۔ ایک حدیث تو یہہ لیجیے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی۔ دوسری یہ لیجیے۔ اقتدوا بالذین من بعدی تیسری یہ لیجیے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم فقط

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب **تصفیۃ العقائد** جسمین تین مکتوبات حضرت مولانا مولوی **محمد قاسم** صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہین پہلا مکتوب جواب ہے اُن عقائد کا جو سر **سید احمد خان** سی۔ ایس۔ آئی نے لکھ بھیجے تھے دوسرے مکتوب مین آسمان اور اسکے دروازون کا ثبوت ہے۔ تیسرے مین مصلحت نقاب کا بیان اور تراویح کا تذکرہ ہے بار دوم بماہ صفر سنہ ۱۳۲۲ ہجری نبوی صلعم باہتمام راجی غفران محمد عبد الاحد سلمہ الصمد **مطبع مجتبائی دہلی** مین طبع ہو کر بصیرت افزاے ناظرین ہوئی فقط

تصنیفات حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

الدلیل المحکم علی عدم القراءۃ
الفاتحہ للموتم مجتبائی
اجوبۂ اربعین کامل ہر دو حصہ
در رد شیعہ
آب حیات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات جسدانی روحانی
انتباہ المومنین مع خط مولوی
اسمٰعیل صاحب شہید مجتبائی ار
انتصار الاسلام حصہ اول مجتبائی
بجواب دیانند سرستی
قبلہ نما حصہ دوم مجتبائی
تحذیر الناس۔ مجتبائی
تصفیۃ العقائد مجتبائی بجواب سید
توثیق الکلام۔ مجتبائی ار
جمال قاسمی۔ مجتبائی چند
مکتوب مولانا صاحب۔
حجۃ الاسلام۔ توحید رسالت و نبوت
کا بیان عقلی دلائل سے رتہ مجتبائی ۲ر

جواب خط سر سید
تتمۂ حجۃ الاسلام۔ مجتبائی ار
حق الصریح فی بیان التراویح
رسالہ تحفۂ لحمیہ جواز اکل حیوانات عہ
بدلائل عقلیہ مجتبائی
سوانح عمری مولوی محمد قاسم عہ
صاحب مولفہ مولوی محمد یعقوب
صاحب مجتبائی ار
قصائد قاسمی مجتبائی
سیلۂ خداشناس مجتبائی۔ ۳ر
کیفیت مناظرہ قابل دید
مباحثہ شاہجہانپور مجتبائی ۲ر
کیفیت مناظرہ قابل دید ۲ر
لطائف قاسمی ار
ہدیۃ الشیعہ مجتبائی
تقریر دلپذیر مجتبائی۔ ار
بیان توحید میں بے نظیر کتاب
ہے عجیب غریب مضامین ہیں ۲ر

تصنیفات حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

الشمس الاسعہ فی کرامۃ جماعۃ ار
ثانیہ مجتبائی ۲ر
الرای النجیح فی عدد رکعات ۳ر
التراویح مجتبائی
زبدۃ المناسک احکام حج ار
وعمرہ مجتبائی

القول الجازم فی اثبات النور
اللازم مجتبائی ار
اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ
فی القری مجتبائی ار
سبیل الرشاد
مجتبائی ۳ر

تصنیفات مولوی حافظ اشرف علی صاحب

اصلاح الرسوم۔ اردو۔ ۲ر
مروجہ زمانہ کی تحقیق۔ جواز و ناجواز ۲ر
تعلیم الدین اردو۔ اسمین عقائد
و تصدیقات۔ اعمال عبادات ۲ر
معاملات۔ و سیاسات۔ آداب
و معاشرت۔ سلوک و مقامات
بالتفصیل مندرج ہیں۔ ار
اوراد رحمانی و اذکار سبحانی
دربیان فضائل تسبیح تحمید تکبیر مولانا نے
اسمیں بڑی بڑی نکتے احادیث صحیحہ
سے بیان کیے ہیں۔ عہ

حق السماع در تحقیق جواز
سماع بدلائل معقول و منقول ار
صفائی معاملات۔ اردو
روزمرہ کو لین دین کو ضروری احکام ار
فروع الایمان دربیان
شاخہائے ایمان ۲ر
اعمال قرآنی مع ضمیمہ ثانی
و تعویذات مفید عام مجتبائی اسمین
خواص آیات قرآنی جو بزرگان دین
سے سینہ بسینہ چلے آتے
ہیں۔ درج ہیں۔ ار

(اطلاع) یہ سب کتابیں اور جملہ علوم و فنون کی کتابیں مطبع مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہیں۔

محمد عبد الاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی